ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

مستند

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء



خانقاہ صوفیہ نوربخشیہ تلس

دین کے نام پر نفرت پھیلانے والوں سے اپیل

اہل جہاں کو برسرپیکار مت بنا
اس زندگی کو باعث آزار مت بنا

رغبت ہے جن کو پہلے ہی کم اپنے دین سے
اب اور ان کو دین سے بیزار مت بنا

آزاد رہ رہے ہیں خدا کی زمیں میں جو
عصبیتوں کا ان کو گرفتار مت بنا

ہے تیرے ساتھ حزب خدا کا جو قافلہ
شیطاں کو اپنا قافلہ سالار مت بنا

تحریر سے نہ کر کبھی جذبوں کا قتل عام
اپنے قلم کو ظلم کی تلوار مت بنا

تقریر سے بھی خلق خدا کا نہ دل دکھا
اپنی زباں کو آلہ آزار مت بنا

اہل شباب کو نہ تعصب کا درس دے
ان کی شگفتہ روح کو بیمار مت بنا

یوں نور کو بجھا کے نہ ظلمت کو دے فروغ
روشن جو دن ہے اس کو شب تار مت بنا

پھر اس دھوئیں کی تہہ سے نہ گزرے کوئی کرن
اپنا خطاب اتنا دھواں دار مت بنا

جو تیرے گرد ہیں انہیں مذہب کے نام پر
ہر وقت سر پھٹول پہ تیار مت بنا

نافذ خدا کے حکم کو دنیا میں کر ضرور
لیکن خدا کے حکم کو اک بار مت بنا

منصب جو اک ملا ہے تجھے اس کی قدر کر
اور اس کو وقف راحت پندار مت بنا

لوگوں کے دل قریب اگر لا سکے تو لا
نفرت کی ان کے بیچ میں دیوار مت بنا

ایسا نہ فعل کر کہ ہو تضحیک دین کی
اپنے عمل سے سب کو نگوں سار مت بنا

ذوق گناہ ہے بھی تو رکھ اپنے آپ تک
جو ہم نشیں ہیں ان کو گنہگار مت بنا

تجھ کو نہیں ہے پھول اگانے کا شوق تو
ہر رہ گزر کو زیست کی پرخار مت بنا

درپیش تجھ کو معرکہ عشق ہے ہزار
جو بوالہوس ہے اس کو کبھی یار مت بنا

دین خدا کے کام میں مت ڈھونڈ منفعت
زنہار ایسے کام کو بیوپار مت بنا

تعمیر کا نہیں ہے اگر تجھ میں حوصلہ
بیکار سنگ و خشت کے انبار مت بنا

دیں کا مدار ہے عمل نیک پر ترے
دیں کو نمود جبہ و دستار مت بنا

دیں تیرا وجہ ہے فخر ہے بحث فضول سے
تو اس کو وجہ طعنہ اغیار مت بنا

تجھ کو اگر تلاش ہے تسکین روح کی
تو خود کو لذتوں کا طلب گار مت بنا

کر بات پر تو غیر کی تنقید شوق سے
تنگ حیات اپنے پر افکار مت بنا

ہو اک پر اتفاق تو پیدا نہ کر دوئی
موجود ہیں جو دو تو اسے چار مت بنا

روز ازل سے دشمن ایمان و دیں ہیں جو
پھر اپنی آستیں کا انہیں مار مت بنا

باطل کا خوف کھا کے کبھی حق کو مت چھپا
حق گو کو زینت رسن و دار مت بنا

انساں کی اصل دولت کردار ہے خلوص
فطرت کو اپنی فطرت عیار مت بنا

اب حق کا اقتدار حماقت سے کھو نہ دے
جو جیت مل چکی ہے اسے ہار مت بنا

ہر مسئلے میں فہم و فراست سے کام لے
بندوق اپنے فتوؤں کی خود کار مت بنا

غازی ترے سخن سے کسی کا نہ دل دکھے
بس شعر کو وسیلہ اظہار مت بنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲ | قیمت بارہ روپے | جولائی ۱۹۹۸ء

بانی: علامہ محمد بشیر

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

شیخ معروفی

تفکر و تذکر
الکتاب
تصوف
احوال صوفیاء
دینیات
طرائف
ملفوظات
ادب تصوف
بقائے دوام
اخبار التصوف
نامۂ سالک

فہرست مضامین

خط و کتابت، مضامین، منی آرڈر، ڈرافٹ وغیرہ بھیجنے کا پتہ

بلاک نمبر ۹، کیتھولک فور سیکٹر G-9/1 اسلام آباد پاکستان

پرنٹر پبلشر ... نے ... 6-99 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر ... 858 سیکٹر ... اسلام آباد سے شائع کیا۔

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین، خطوط اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

رحمتوں کی خوشبو

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وما ارسلنک رحمۃ اللعالمین ہم نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ابتدائے آفرینش سے یہ کائنات حسن مطلق کے ظاہری اظہار کی تگ و دو کا ایک ذریعہ رہی ہے۔ یہ نہیں کہ قادر مطلق اپنے حسن اور اپنی کاریگری کا یک لخت اظہار کرنے پر قدرت نہیں رکھتا بلکہ ہر عمل کا تدریجی ارتقاء قانون قدرت ہے۔ قدرت کو اس کام میں کسی قسم کی جلدی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جلد بازی فطرت انسانی کی ایک کمزور صفت ہے سنت الٰہی نہیں ہے پھر زمان و مکان کا ایک پھیلا ہوا بحر بے کنار مشیت الٰہی کے آگے ایک حقیر قطرے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ البتہ ایک وجود پاک اس کائنات کے اندر ایسا ہے جس کی قدر و قیمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اور وہ وجود پاک نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک نور اس کائنات کی وجہ وجود ہے اور اسی کے دم سے نظام کائنات کو ثبات و قرار حاصل ہے۔

جہاں ایک متشکک ذہن کا حامل شخص یوں بھی گمان کر سکتا ہے کہ تاریخ انسانی بے شمار نامی گرامی ہستیوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ خود تاریخ کی عمر زمان و مکان کی وسعت کے تناظر میں قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتی تو انسانی تاریخ کے ایک خاص اور محدود دور میں رونما ہونے والے ایک واقعے کو اتنی اہمیت دینا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے کہ وہی تخلیق حیات و کائنات کا ماحصل معلوم ہو۔ یہ لوگ شاید نہیں جانتے کہ جدید سائنس کی تحقیقات کے مطابق یہ وسیع و عریض کائنات جس کی وسعت کا اندازہ کرتے ہوئے عقل انسانی حیران و ششدر رہ جاتی ہے جہاں چھوٹے چھوٹے فاصلے بھی نوری سالوں میں ناپے جاتے ہیں یہ سب کچھ مادے کے ایک اتنے حقیر ذرے سے بنا ہے جو ایک ایٹم سے بھی جسامت میں چھوٹا تھا بلکہ شاید مادہ بالکل معدوم تھا یہ تو صرف مشیت ایزدی تھی جس کا وجود تھا اور مشیت ایزدی نے ارادہ تخلیق کا مرحلہ طے کیا تو صرف ایک لفظ کن سے یہ کائنات وجود میں آئی اب اسے یا آپ big bang کہیں یا کوئی اور نام دیں۔ البتہ یا حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچی کہ خالق کائنات کے نزدیک مادہ کوئی اہمیت کی حامل چیز نہیں یہ تو محض مشیت کا مظہر ہے اور جب مادہ بے حیثیت ہے تو خود کائنات بھی بے وقعت ہے اور تاریخ انسانی تو کسی شمار قطار میں ہی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں خالق کے ہاں مادے کی وسعت اور جسامت یا علیٰ ہذا القیاس مقدار اور تعداد کی چنداں اہمیت نہیں ہے کیونکہ یہاں تو قطرے میں دجلہ مقید ہے اور ذرے میں آفتاب۔

مقصد اس تمہید کا اس روشن حقیقت کا اظہار کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک کل تاریخ حیات و کائنات کی حیثیت فخر دو عالم حضور نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساعت ولادت سے کم ہے یہی وہ ساعت پاک ہے جو تاریخ عروج انسانی کا نقطہ آخر ہے اور ارتقائے حیات و کائنات کا ماحصل۔ یہ ساعت وقت کے مادی حساب کے مطابق تو محدود حیثیت رکھتی ہے مگر در حقیقت تمام زمانوں اور ادوار پر محیط اور حاوی ہے۔ اسی ساعت پاک کا فیض تھا جو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے بھی جاری و ساری تھا اور اس کے بعد کے تمام قرنوں میں بھی اور تا قیام قیامت تمام زمانے اور ان میں پیش آنے والے واقعات اسی ساعت پاک کے فیض سے متمتع ہوتے رہیں گے۔

ربیع الاول کا پاک مہینہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم آب و گل میں تشریف لانے کا مبارک مہینہ ہے وہ نبی پاک جو ازل سے ابد تک تمام عالموں کے لئے سرچشمہ رحمت ہیں اور جس کا اعلان اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔

آج عالم اسلام بالعموم اور مملکت خداداد پاکستان

بقیہ صفحہ پر

قرآن مجید

مولوی عبدالحمید فاضل عربی، ایم۔اے، بی۔ایڈ

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوآ انما نحن مصلحون ط

ترجمہ

جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

تشریح

گزشتہ آیت میں منافقوں کے دلوں کی قلبی بیماریوں کا ذکر تھا۔ اس آیت کریمہ میں ان کے دلوں کے بیمار ہونے کی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ منافقین دن رات نور حق کو بجھانے اور فتنہ و فساد بپا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ جب ان کی توجہ اس فتنہ پروری کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے اور انہیں کہا جاتا ہے و لا تعثوا فی الارض مفسدین "اللہ کی زمین میں فساد مت پھیلاؤ" تو وہ فوراً مفسدین کی بجائے مصلحین کا روپ دھار کر دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ ہم ہی تو وہ لوگ ہیں جو اصلاح معاشرہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ بیان قرآنی منافقین کے سیاق و سباق میں وارد ہوا ہے اس لئے ایک لازمی منطقی نتیجہ اس آیت کریمہ سے یہی نکلتا ہے کہ معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے اور مخلوق خدا کو ایک دوسرے سے ناحق لڑانے کے بعد اپنے مصلح ہونے کا دعویٰ کرنے والے گروہ منافقین میں شامل ہیں۔ کیونکہ انہی کے قول و فعل کے تضاد اور نیت کی کجی کے باعث دین حق کا شیرازہ بکھرنے کا احتمال ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ منافقین اپنے تئیں خود کو مصلحین سمجھتے بھی ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی غلط فہمی کی فوری ازالہ کرتے ہوئے اگلی آیت میں یوں فرماتے ہیں۔

الا انھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون ط

ترجمہ

خبردار بے شک وہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن اس کا انہیں احساس تک نہیں۔

تشریح

دیکھئے واضح لفظوں میں اپنے اعلان کی توثیق کی جا رہی ہے کہ جو اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں وہ مصلح نہیں بلکہ مفسد ہی کہلائے جائیں گے اور یہی فساد پسندی ان کے نفاق کی پیداوار ہے۔ یہ لوگ طالب دنیا ہیں اور ان کا مطمح نظر دو روزہ زندگی کا فائدہ اور تمتع ہے چنانچہ وہ اس دنیوی اور مادی فائدے کی خاطر رضائے الٰہی کو پس پشت ڈالنے میں ذرہ برابر باک نہیں رکھتے۔ وہ اپنے آپ کو اہل ایمان ظاہر کرتے ہیں مگر درپردہ اہل کفر و نفاق سے ملے ہوئے ہیں تاکہ انہیں حیات دو روزہ میں مالی فوائد حاصل ہوں۔ وہ نہ تو بظاہر اہل ایمان سے بگاڑنا چاہتے ہیں اور نہ اہل کفر سے۔ یہی ان کا نفاق ہے کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ سلامتی اور امن ان کے لئے کرب باطن کا باعث ہے اس لئے وہ درپردہ سازشوں میں مصروف رہتے ہیں تاکہ اہل اسلام کو نقصان پہنچایا جائے اور اسلامی معاشرے کا سکون اور چین برباد ہو۔ لیکن یہ لوگ اپنے دردناک انجام سے بے خبر ہیں جبکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دوزخ کا سب سے [illegible] تیار کر رکھا ہے۔ ان المنافقین فی الدرک [illegible] من النار منافقین دوزخ کے سب سے آخری طبقہ

اقبال اور اسلامی تصوف

ذاکر حسین ذاکر بی ایس سی انجینرنگ، ایم - اے فلسفہ

اسلامی تصوف پر بیرونی اثرات

اسلام جب صحرائے عرب سے نکلا تو اس پر دیگر مذاہب اور قوموں کی ثقافت کا اثر ہونا ایک قدرتی عمل تھا۔ اس لئے اسلامی تہذیب اور فکر و عمل پر غیر اسلامی اثرات پائے جاتے ہیں تصوف کے طریق کار پر بھی یقینی طور پر بیرونی اثرات مرتب ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ چنانچہ زمانہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام کی دیگر تہذیبوں اور مذاہب کا اسلامی تصوف پر اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بایں ہمہ ان اثرات نے اسلامی تصوف کی روح کو بالکل متاثر نہیں کیا۔ جن افکار و نظریات سے اسلامی تصوف کے متاثر ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان میں مسیحیت، بدھ مت، نوفلاطونیت، ایرانی مانویت، ہندو ویدانت اور تبتی یوگا شامل ہیں۔ کم و بیش ان تمام مکاتب فکر میں رہبانی تعلیم اور نفی ذات کے عقائد مشترک ہیں جب کہ ترک دنیا، فقر، حب الٰہی خلوت گزینی، ذکر کے طریقے اور مراقبے کی صورتیں وغیرہ جیسی متصوفانہ روایات کی دیگر مکاتب فکر کے ساتھ مماثلت نظر آتی ہے۔ جن کی تفصیل یوں ہے۔

ا۔ مسیحیت

مسیحی تعلیمات میں سے بالخصوص اونی لباس، محبت الٰہی، فقر، ترک دنیا، ذکر و فکر اور ایثار و قناعت وغیرہ اسلامی تصوف کی بنیادی تعلیمات شمار ہوتی ہیں لیکن ان تعلیمات کا مفہوم اور اطلاق مسیحی اور اسلامی تصوف میں مختلف ہیں۔ مثلاً مسیحی تصوف میں فقر سے مراد تنگ دستی اور مفلسی ہے جبکہ اسلامی تصوف میں فقر سے مراد استغنا اور بے نیازی ہے۔ اسی طرح ترک دنیا کا مفہوم مسیحیت میں ترک اسباب دنیا اور رہبانیت ہے جبکہ اسلامی تصوف میں ترک دنیا سے مراد ترک حب دنیا ہے

اس طرح دیگر تعلیمات بھی اگرچہ کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں تاہم اسلامی تصوف میں ان کی تعبیر و تشریح قرآن و سنت کی روشنی میں موجود ہیں۔ مذکورہ تعلیمات و آداب کی مماثلت دیکھ کر نوسیدیکی، وان کریم اور پروفیسر نکلسن نے اسلامی تصوف کو مسیحیت سے ماخوذ قرار دیا ہے تاہم پروفیسر نکلسن عالمانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلامی تصوف کی تعلیمات قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں۔

بدھ مت

گوتم بدھ کی زندگی ترک دنیا کی انوکھی مثال تھی۔ اسلامی تصوف میں بھی زندگی کی تھکون سے بیزار صوفیوں میں یہ رجحان کافی سرایت کر گیا۔ پھر مزید یہ کہ قرآن مجید میں دنیوی زندگی کی بے ثباتی، مال و دولت دنیا کی کم مائیگی اور ان دنیاوی آلائشوں سے ہاتھ کھینچ کر ابدی مسرتوں کو حاصل کرنے کے لئے اخروی زندگی پر زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسلامی تصوف میں ترک دنیا کا رجحان، پرہیزگاری، تفکر اور مراقبہ وغیرہ بدھ مت کی تعلیمات سے مشابہ معلوم ہوتی ہیں بایں وجوہ کچھ حضرات نے اسلامی تصوف کو بدھ مت اور ہندو فلسفہ سے متاثر قرار دیا ہے۔

نوفلاطونیت

نوفلاطونیت اگرچہ کوئی مذہبی مکتب فکر تو نہیں تھا لیکن اس کی الٰہیاتی مسائل پر فلسفیانہ موشگافیوں کی وجہ سے صوفیا میں نوفلاطونی نظریات کافی مقبول ہوئے۔ اس میں ایک نظام اخلاق کی تعلیمات بھی موجود تھیں۔ نوفلاطونیت کا سب سے اہم مسئلہ وجودی فلسفہ تھا جس سے صوفیا کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ مسئلہ وحدت الوجود کی تائید میں بہت ساری قرآنی آیات پیش کی

بھی ہیں جن کی کڑیاں [illegible] سے ملتی ہیں [illegible] تھا۔ اس

فلسفیانہ مسئلے کو مذہبی مسئلہ بنانے کی وجہ اسلامی تصوف میں

اخلاقی عملی پہلو [illegible]

ایرانی مانویت

ایرانی مانویت [illegible] پیش کی گئی ہے۔

مانی افکار مسلم معاشرے میں [illegible] کے ذریعے داخل ہوئے

بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایرانی ایسے افکار [illegible] بطور [illegible] عربوں سے

ان کا ذوق [illegible] اور جذبہ جہاد [illegible] چاہتے تھے تاکہ ان کی

فتوحات کا بدلہ لیا جا سکے۔ لہٰذا ایرانی تعلیمات کے رہبانی افکار کو

بھی [illegible] اسلامی تصوف میں داخل کر دیا۔

ان اثرات [illegible] سے

مسلمانوں [illegible] نتیجہ حقائق

[illegible] کی [illegible] پہلو تہی

[illegible] دنیا

[illegible] کر کے

[illegible] وحدۃ

الوجود [illegible] پر عمل

کا کام کیا۔ [illegible] ادب نے

مسلمانوں کی [illegible] ان میں

جذبہ جہاد [illegible]

[illegible]

[illegible] تعلیمات [illegible] دنیا اور

[illegible] اسلامی تصوف میں

[illegible] اور اسلامی

[illegible] مسلم صوفیا نے اس کی

[illegible] تعلیمات

[illegible] اسلامی

تصوف [illegible] مستغرق

ہونا ہے۔ مزید یہ کہ اسلامی تصوف میں فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ

کا مقام آتا ہے اور بقا کے لئے ذات کی ہستی (BEING OF

SELF [illegible] اثرات اس

[illegible] قوم

[illegible] اقبال

نے "ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا" [illegible]

[illegible] مستقل [illegible] رکھتا ہے

[illegible]

[illegible] تصور

[illegible]

[illegible] تصورات

[illegible] عدم

[illegible] نہیں لا سکتے

[illegible] بطور [illegible] اخلاق کے

[illegible] اخلاقی قوانین اور [illegible] اعمال

[illegible] جو ان قوانین اور مقاصد کو حاصل کرنے میں تعاون

[illegible] بطور پر

[illegible] بالکل مختلف ہیں۔

[illegible] تصوف پر [illegible] اثرات کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ

[illegible] شرائط

[illegible] تعلیمات ہیں ان

[illegible] تصورات اور

[illegible] تعلیمات سے کافی حد تک ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً ہندی [illegible] دنیا

[illegible] جسمانی لذات سے اعراض اور [illegible] استغنا۔

[illegible] ملتی جلتی [illegible]

[illegible]

[illegible] اسلامی تصوف

[illegible] تعلیمات ہے۔

[illegible]

[illegible] ایک ہی حقیقت

موجود ہے اور اپنے آپ کو اس حقیقت کا جزو سمجھنا، کافی حد تک

عقیدہ وحدت الوجود سے مماثلت رکھتا ہے۔

اس طرح تنتی یوگا میں تساما یعنی ماروں میں زندگی گزار رہنا تصوف کی تجرد تلقین کے قریب ہے۔ نیز تنتی یوگا کی دیگر ریاضتیں جن کا مقصد ماسوا اللہ سے اعراض، ترک خواہشات اور روح کی وسعت پانا ہو گی ہے، اسلامی تصوف کے مقاصد سے ملتے جلتے ہیں۔

مسیحیت کے بنیادی اصول سکون قلب کی تلاش، اقوال میں پاکیزگی، مخلوق خدا سے محبت، تلقین صبر و استقلال اور ریاضت کے ذریعے اپنی روح میں الوہی صفات پیدا کرنا اسلامی تصوف میں مستحسن تعلیمات ہیں تاہم سکون، صبر، محبت اور راضی بہ رضا ہونے کی اسلامی حدود مسیحی حدود سے مختلف ہیں۔

محض ایسی باتوں میں مماثلت کی وجہ سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ دیگر سری تعلیمات اسلامی تصوف سے ماقبل تھیں لہذا سراسر ان سے ماخوذ ہیں۔ نہ ہی ان اثرات سے انکار کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سری تعلیمات کا اثر تصوف پر ضرور ہوا ہے لیکن تصوف اسلامی نے ان پر خود اپنے اثرات بھی مرتب کئے ہیں اور ان سے وہی کچھ حاصل کیا ہے جو پہلے ہی سے اس کے مزاج کے مطابق تھا۔ اسلامی تصوف اور خصوصاً ایرانی تصوف پر نوفلاطونیت، مسیحیت، مانویت اور آریائی و سامی مذاہب کے اثرات کے متعلق اقبال لکھتے ہیں "ایرانی تصوف کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس دلچسپ میدان تحقیق کے محققین نے ان مختلف راستوں کے انکشاف میں اپنی قابلیت صرف کر دی ہے جن سے گزر کر تصوف کے اساسی تصورات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس اصول (اصول اثر پذیری) کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ کسی قوم کے عقلی ارتقاء کے کسی مظہر کی اہمیت صرف اس وقت ذہن نشین ہو سکتی ہے جبکہ ہم اس قوم کے گزشتہ عقلی، سیاسی اور اجتماعی حالات کی روشنی میں اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ فان کریمر اور ڈوزی نے ایرانی تصوف کا ماخذ ہندی ویدانت کو ٹھہرایا اور نکلسن اس کو نوفلاطونیت سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ لیکن پروفیسر براؤن نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ غیر جذباتی سامی مذہب کے خلاف ایک آریائی ردعمل ہے۔ بہر حال میرے خیال میں یہ تمام نظریات ایک ایسے نظریہ تعلیل کے تحت وضع کئے گئے ہیں جو قطعاً غلط ہے۔"

غلط نظریہ تعلیل کے تحت وضع ہونے کی بناء پر پروفیسر براؤن، نکلسن، فان کریمر اور ڈوزی کے نظریات کو رد کرنے کے بعد اقبال اپنا نظریہ ایک صحیح نظریہ تعلیل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

"لہذا ہم ایک صحیح نظریہ تعلیل کی روشنی میں اسلامی زندگی کے ان خاص خاص سیاسی، اجتماعی اور عقلی حالات کو پیش کریں گے جو آٹھویں صدی کے اختتام اور نویں صدی کے نصف اول میں پائے جاتے ہیں۔ صحیح معنوں میں اس زمانے میں زندگی کا صوفیانہ نصب العین وجود میں آیا اور اس کے بعد ہی اس نصب العین کا فلسفیانہ جواز بھی پیش کیا گیا۔"

چند تاریخی حقائق کا تجزیہ کرنے کے بعد اقبال تصوف کے ارتقائی عوامل کو انتہائی جامع انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"اسی عقلی مایوسی نے فلاطینوس کو مجبور کر دیا کہ صداقت کو الہام میں تلاش کرے جو فکر سے بالاتر ہے اس کے سوا بائی اخلاق جن کی نوعیت مختلف اور غیر جذباتی تھی اور مسیح کے پیرواں کا تقدس جو طویل اور خونخوار ظلم و تعدی سے بے خوف ہو کر دنیائے روما کو امن و محبت کا پیغام دے رہے تھے ایسی چیزیں تھیں جن کی وجہ سے یہ لازمی تھا کہ بت پرستوں کے تفکر کی اس طرح تفسیر کی جائے کہ اس سے زندگی کے قدیم نصب العین کا احیاء ہو سکے اور لوگوں کی جدید روحانی ضروریات کی تشفی ہو جائے لیکن مسیحیت کی اخلاقی قوت بہت ہی زبردست تھی۔ نوفلاطونیت زیادہ تر مابعد الطبیعی تھی۔ عوام کے لئے اس کا کوئی خاص پیغام نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ غیر مہذب بربریوں نے مظلوم عیسائیوں کی واقعی زندگی سے متاثر ہو کر مسیحیت کو قبول کر لیا اور قدیم سلطنت کے کھنڈروں میں سے ایک جدید سلطنت تعمیر کرنی شروع کی۔ ایران میں بھی مختلف تہذیبوں اور مختلف تصورات کے نشوونما کے اثر نے بعض اذہان میں یہ مبہم سی خواہش پیدا کر دی کہ اسلام کی بھی اس طرح تفسیر کی جائے اس میلان نے مسیحی نصب العین اور مسیحی تفکر کو بتدریج اپنے اندر جذب کر لیا تھا اور قرآن میں اس کو ایک مستحکم بنیاد بھی مل گئی تھی۔ مسیحیت کے جھونکوں کے آگے یونانی تفکر کا پھول مرجھا گیا۔ لیکن ابن تیمیہ کی جو آمیز آتش نفسی ایرانی پھول کی تازگی کو نہ بجھ سکی۔ اول الذکر کو بربریوں کے حملوں کا سیلاب بہا کر لے گیا اور آخر الذکر نے تاتاری انقلاب سے غیر متاثر رہ کر اپنے آپ کو برقرار رکھا۔"

(جاری ہے)

شیخ عبدالرحمن اسفرائنی

غلام حسن نور بخش ایم ۔ اے

سرگزشت اسفرائنی

(مشائخ سلسلۂ ذہب نے اپنے روحانی تجربات کو اکثر آپ بیتی کی صورت میں بیان کیا ہے جو آج بھی سالکان راہِ حق کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ذیل میں ہم شیخ عبدالرحمن اسفرائنی کی سرگزشت ان کی کتاب کاشف الاسرار کی تلخیص کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ یہ آپ بیتی مجلہ نوائے صوفیہ میں اس سے قبل بھی شائع ہو چکی ہے مگر اس ایمان افروز خود نوشت کو دوبارہ پڑھنا فروغِ ایمان کا باعث ہوگا۔)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فضل و عنایت کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں ارادت حق کی تخم ڈال دیتا ہے۔ جس دل میں ارادت جوش مارنے لگے اس میں "درد طلب" پیدا ہوتا ہے وہ تمام مخلوق کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتا ہے اور صفات حیوانی اور خواہشات نفسانی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ یہاں میں اپنی سرگزشت بیان کرنا چاہتا ہوں جو مذکورہ بالا باتوں کی تائید کرتی ہے۔

گمراہی و بے راہروی

اس سے قبل میں بدبختی کی وادی میں سرگردان تھا۔ اور میرے نفس نے راہِ الٰہی سے منہ موڑ رکھا تھا۔ خواہشات اور شہوات کے بیابان میں سرپٹ دوڑتا جاتا تھا اور سر غرور و غفلت میں مدہوش رہتا تھا۔ ناگاہ میرے دل پر آشنائی حق کی ایک کرن چمکی اور اس کے جاتے ہی اس میں محبت الٰہی کا اثر پیدا ہوا۔ پھر کچھ مدت میں نور و ظلمت اور سعادت و شقاوت کی کشمکش سے دوچار رہا۔ کبھی تاریکی نفس امارہ سے میری روح پر اندھیرا چھا جاتا اور کبھی برج سعادت سے آفتاب محبت طلوع ہوتا اور تاریکی نفس دور ہو جاتی۔ کبھی دولت و ثروت راہ محبت سے پردہ غفلت پر نمودار ہو جاتی اور میرے دل کو شقاوت و غفلت سے زنگ آلود کرتی اور کبھی نور محبت الٰہی اس زنگ کو صاف کر دیتی۔

اس کشمکش کے دوران جب بھی مجھ پر غفلت و ضلالت اور کدورت و بیوفائی کا حملہ ہوتا میں "عزلت" میں بیٹھ کر خود کو ملامت کرتا اور اپنے سینے پر ندامت کے مکے برساتا۔ افسوس و حسرت سے سر پیٹتا اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا کہ "اے پروردگار میری اس بے وفائی اور جفاکاری کو معاف فرما جو مجھ سے بیداری کے لمحات میں میں نے کی ہے اور میرے حال پر رحم فرما۔ اے اللہ اگر میری پیدائش کا مقصد مجھے جہنم میں جلانا ہے تو یہ مجھے قبول ہے لیکن مجھ سے فراق و جدائی کا صدمہ اور درد گناہ برداشت کرنے کی مجھ میں سکت نہیں ہے۔ میرے محبوب تیری اطاعت کرتے ہوئے تو مشقت دوزخ بھی مجھے عزیز ہے لیکن تیری نافرمانی کرتے ہوئے خوش شکل حوران بہشت بھی نامنظور۔ الٰہی میں تیرا بندہ ہوں اپنی بندگی کی طرف مجھے راہ دے اور مجھے خود سے دور نہ فرما۔

عبرت انگیز واقعہ اور روشنی کی کرن

اس کشمکش کے دوران میرے دو تین ساتھی بھی میرے ساتھ تھے جو ہمہ وقت لہو لعب اور کھیل کود میں مصروف رہتے۔ ان کی صحبت مجھ پر بہت حد تک اثرانداز ہوتی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں مکمل طور پر ان کا ہم پیالہ و ہم نوالہ بن گیا اور میرا کافی وقت ضائع ہوا۔ دوستوں سے الگ ہو کر میں اپنے ڈیرے پر آیا جہاں ایک معصوم بچہ رہا کرتی تھی۔ رات کو جب میں سو گیا تو کچھ دیر بعد خواب سے بیدار ہوئی اس

[illegible]

مزے لوٹنے کا نام ہے۔" اس معصوم نے بیان کیا کہ جب بھی وہ بزرگ یہ کلمات دہراتا تو میں زاروقطار روتا تھا۔

[illegible] طاری ہو گئی اور [illegible] کی تجدید [illegible] لوگوں کے ساتھ [illegible] پرتو [illegible] ایک [illegible] ایک [illegible] کر کے [illegible] اجتماع [illegible] کی وجہ سے [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] تو [illegible] لایا [illegible]

تھے۔ کبھی میرے دل پر نور ارادت کا پرتو پڑتا اور کبھی ظلمت [illegible] نفس و ہوا میں کھو جاتا۔ اسی دوران میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو [illegible] سے صحابہ کرام بھی تھے۔ مغرب سے مشرق کی جانب ایک عمارت [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں [illegible] کر اس عمارت [illegible] کے [illegible]

کی طاقت بخشی ہے۔ اتنے میں آپ نے وہ بیلچہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو عطا فرمایا۔ آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اس سے کام کرنے لگے۔ میں نے سوچا

[illegible] حضرت علی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیلچہ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اتنا بڑا بیلچہ میرے ہاتھ میں بہت ہلکا ہے۔ میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند اس سے کام کیا۔

[illegible] السلام [illegible] وسلم [illegible] ریاضت یا مجاہدہ بجا لاتا [illegible]

محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] میں [illegible] مشارب [illegible] احمد جوزجانی (جوزجانی) کے پاس [illegible] نے انہیں خلوت میں بٹھایا۔ [illegible] گوشے [illegible] نظر ان کی ظاہری شکل و صورت پر تھی اور ان کے باطن تلاش کرتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان کا پور حسن نامی مرید میرے پاس آیا۔ اس نے شیخ [illegible] تشریح و توضیح کی اور ذکر و خلوت کے آداب اور شرائط سے مجھے آگاہ کیا۔ پس [illegible] اور ان کی محبت دل میں [illegible]

[illegible] وہاں [illegible] وہاں [illegible] میری [illegible] کیا اور [illegible] پھر [illegible] آئے۔ میں نے محسوس کیا [illegible]

شوق پیدا ہو چکا ہے۔ میں خواب غفلت سے بیدار ہو چکا تھا۔ میرے دل میں شیخ سے ارادت کا جوش موجزن تھا۔ پس وہاں سے ہم شیخ کے پاس آئے اور ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر کسب فیض کرتے رہے۔ ان کی ہمت کی برکت اور نظر کی بدولت میں انتہائی سعادت کے مقام پر فائز ہوا۔

فنا و بقا کے مرحلے

جب میں نے خواہشات و مرادات نفس و ہوا کو ترک کیا اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود حقیقی بنالیا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی اور مجھ پر تحیر و استغراق کا غلبہ ہوا اور میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے اور میں کون ہوں؟ انانیت کلی طور ختم ہو گئی تھی۔ زینت و رعونت سے بیزار ہو گیا تھا۔ اسی دوران میں نے کاروبار دنیا سے بھی منہ موڑ لیا۔ اس صورت حال کو ایک دن میرے والد گرامی نے تعجب کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ میں نے کبھی تمہیں کسی بات پر کاربند نہیں پایا۔ تم پر ایک رنگ آتا ہے اور دوسرا جاتا ہے۔ ہر وقت تمہاری حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کبھی تمہارا لباس پرانا اور درویشانہ ہو جاتا ہے۔ کسی عقلمند کی سیرت ایسی نہیں ہوا کرتی ایسے حال سے ارباب تربیت شک میں پڑجاتے ہیں۔ والد گرامی کی ایسی باتوں کو میں مطلق محسوس نہ کرتا تھا کہ انہوں نے کیا کہا؟ بلکہ میں خود کو عالم غیب و شہادت کا سیار دیکھتا تھا۔ مجھ میں طاعت کا سودا تھا نہ معصیت کی رغبت تھی۔ سوائے درد طلب کے مجھے کسی چیز کا ہوش تک نہ تھا۔

پھر درد طلب اس قدر بڑھ گیا کہ میں اس میں فنا ہو گیا اور اس کے بعد مجھے حیات نو ملی۔ تاآنکہ میرے سر کے بال اس قدر بڑھ گئے کہ ایک دن میرے پیر اس میں پھنس گئے۔ ان دنوں مجھے خاندان شیخ ابو سعید ابو الخیر سے نسبت پیدا ہو گئی تھی جو سر کے بال بڑھاتے تھے اس لئے میں انہیں منڈوا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن میں نے جرات کر کے ایک درویش سے کہا کہ تربیت شیخ ابو الخیر کا واسطہ میرے بال صاف کر دو۔ میری استدعا پر اس نے میرے سر کے بال منڈوا دیئے۔ بال صاف ہوتے ہی مجھے فرحت و انبساط نصیب ہوا اور حیرت و استعجاب کا پردہ بھی اٹھ گیا

مخلوق پر شفقت

میں نے زہد کا طریقہ اپنایا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ دنیا سے کم سے کم اپنا حصہ لوں گا اور یہ بھی سوچا کہ عمل صالح کی بنیاد لقمہ صالحہ پر ہے۔ جبکہ لوگوں کے مال میں شبہات کی بہتات ہے لہذا ان شبہات سے بچنے کے لئے مجھے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس کی بدولت لقمہ شبہ سے محفوظ رہوں۔ چنانچہ

سوچ بچار کے بعد میں نے فیصلہ کہ راستوں میں گرے پڑے خوشوں کو اکٹھا کر کے اپنی روزی اس سے حاصل کروں کیونکہ یہ خوشے فصل اٹھانے والوں کے گٹھوں سے گرتے ہیں اور پامال ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک ٹوکری اٹھائی اور خوشے جمع کرنے اور ان سے رزق حلال کرنے میں لگ گیا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ بعض خوشوں کے پاس ڈھور ڈنگر کھڑے اپنا اپنا حصہ لے رہے ہیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ تو ضعیف ترین مخلوق ہیں اور میرے ساتھ اس رزق میں حصہ دار ہیں انہیں محروم نہیں کرنا چاہیئے اس وقت میرے دل میں آیا کہ ان خوشوں کے دو حصے کروں ایک حصہ خود لوں اور دوسرا حصہ ڈھور ڈنگروں کیلئے چھوڑ دیا کروں۔ پس اس طرح کام چلتا رہا۔ اس طرح کافی محنت و مشقت اٹھانا پڑتی تھی۔ اسی دوران میرے دل میں خیال آیا کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ (احکام الٰہی کی تعظیم اور مخلوقات پر رحم اصل چیز ہے۔) کے تحت یہ مناسب ہے کہ ان ڈھور ڈنگروں پر رحم کرنا چاہیئے اور ان بے دست و پا مخلوقات کے ٹھکانوں پر ان کا حصہ پہنچانا چاہیئے تاکہ ان کی کمی اور اپنی تکلیف میں اضافہ ہو۔ یہ سوچتے ہی میں نے ایسا کرنا شروع کیا۔ اس طرح میری محنت و مشقت دوچند ہو گئی۔

ایک دن میں ایک خوشے کو دانے نکالنے کے لئے مسل رہا تھا کہ دیکھا ایک چیونٹی درمیان میں آگئی ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر اسے یہیں چھوڑ دوں گا تو آفتاب کی تمازت سے اسے تکلیف ہو گی۔ لہذا چیونٹیوں کا بل تلاش کر کے اسے اپنے ساتھیوں میں چھوڑنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر میں نے تلاش شروع کی۔ اتفاق دیکھئے کہ میں روزانہ چیونٹیوں کے ہزاروں آشیانوں پر سے گزرتا تھا مگر اس دن تلاش بسیار کے باوجود مجھے ان کا کوئی مسکن نہیں ملا۔ پس میں تھک ہار کر بیٹھ گیا اور اس چیونٹی کو ہتھیلی پر رکھ کر

بقیہ صفحہ [illegible] پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

ایمان کی بنیاد

مولوی محمد علی اسلام آباد

گزشتہ شمارے میں ایمان کی حقیقت پر قرآن مجید فرقان حمید، اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اجمالی طور پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس شمارے میں ہم متعلقہ آیت قرآنی کی مزید تشریح غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق تصنیف کتاب الاعتقادیہ کے فاضل مؤلف کی تحریروں کی روشنی میں کریں گے۔ فاضل مترجم کتاب مذکور کے دیباچے میں یوں رقم طراز ہیں۔

"کتاب الاعتقادیہ میں جن اعتقادی امور کا بیان ہے وہ دراصل آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر کی مختصر اور جامع تشریح و توضیح ہے۔ یہ درحقیقت وہ پانچ اصول دین ہیں جن دینی اصطلاح میں کلمہ بنائے ایمان کہا جاتا ہے۔ ان پانچوں اصول دین کا ماخذ قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک ان کا ذکر بالکل اسی ترتیب سے موجود ہے جس طرح اہل صوفیہ نوربخشیہ ان کا اعلان و اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

و من یکفر باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا ط (النساء)

ترجمہ۔ جو کوئی بھی اللہ، اس کے فرشتوں،، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور یوم آخرت (کے بنیادی عقیدے) کا انکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی کا شکار ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے ان پانچ بنیادی عقائد کے انکار پر شدید قسم کی وارننگ دی ہے اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ ان عقائد کا منکر مکمل طور پر بڑی گمراہی کا شکار ہوگا۔ چنانچہ اس شدید وارننگ کے ضمن میں ہر ایک فرد بشر اس بات کا مکلف ہے کہ وہ صدق دل سے کہے۔ آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر

ترجمہ۔ میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر۔

یاد رہے کہ اس بنیادی عقیدے کا بیان قرآن مجید میں واضح اور غیر مبہم انداز میں ہوا ہے اور یہ بیان نہ تو تشنہ تکمیل رہ گیا ہے کہ اس میں کسی قسم کے اضافے یا کمی یا ترمیم کی ضرورت ہو اور نہ کسی بات کو مبہم اور غیر واضح رکھا گیا ہے کہ اس کی وضاحت کے لئے کسی اضافی عقیدے کو اس بیان میں شامل کیا جائے۔ جو اہل ایمان ان پانچ بنیادی عقیدوں کا صدق دل سے یقین رکھے گا اس کا ایمان مکمل ہے لیکن اگر کوئی اپنی مرضی سے ان میں کسی ایک کو چھوڑ دے، یا کسی اور عقیدے کا اضافہ کرے یا ان میں سے کسی عقیدے کو اپنے من پسند عقیدے سے بدل دے تو اس کا ایمان قرآنی تعلیم کی رو سے ناقص ٹھہرے گا۔ الحمد اللہ افراط و تفریط کی دھند میں جہاں لوگ اصل راستے سے بھٹک کر ضلالت کے عمیق گڑھوں میں گر رہے ہیں وہاں غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے حقیقت اور اعتدال کا راستہ اختیار فرما کر اہل اسلام کو اصل قرآنی تعلیم سے آگاہ فرمایا ہے اور اسلام میں بدعتوں کے خاتمے اور شریعت محمدیہ کے احیاء کے اپنے اعلان کی تکمیل فرمائی ہے۔

آمنت باللہ قرآن کی روشنی میں

ہمارے پانچوں اصول دین کی پشت کلائی جس کا آغاز کلمہ "آمنت باللہ" سے ہوتا ہے دراصل ایک پر تاکید صدائے قرآنی پر صدق دل سے مومنین کے لبیک کہنے کی واضح ترین صورت ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ و رسولہ و الکتب الذی نزل علی رسولہ و الکتب الذی انزل من قبل ط و من یکفر باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیداہ

(القرآن ج ۵ سورۃ النساء)

مومنو اللہ کے رسول، اس کے رسول پر نازل کی گئی اس کی کتاب اور اس سے پہلے اتاری گئی کتاب پر ایمان لاؤ اور اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھو۔ جو کوئی بھی اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور یوم آخرت (کے بنیادی عقیدے) کا انکار کرے تو یقیناً وہ بڑے دور کی گمراہی کا شکار ہو گیا۔

اسی طرح خالق حقیقی نے یہ بھی اعلان فرمادیا ہے کہ جب تک کوئی مومن ان بنیادی باتوں پر صدق دل سے ایمان نہیں رکھے گا اس کی نماز اور اس کی عبادت بھی بے کار ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی یوں ہوا ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر ان آمنوا باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ۔

نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لیا کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ ایمان لاؤ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

خلاصہ کلام جب خداوند عالم نے مومنین کو تاکیدی طور پر آمنوا باللہ الخ کا حکم دیا اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن پاک اور دیگر کتب سماویہ پر اپنے اپنے ایمان کو پختہ رکھنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا تاکہ مومنین اپنے بنیادی عقائد میں اللہ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں اور اس کے فرشتوں کو خصوصی اہمیت دیں۔ اگر کچھ اہل اسلام ایسے اعتقادی نعرے بلند کریں جن میں فرشتوں، اور کتابوں کا سرے سے تذکرہ ہی نہ ہو تو ایسا کلمہ قابل اعتبار نہیں ٹھہرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حکم فرمایا کہ ادخلو افی السلم کافۃ یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہ نہ کرو کہ اس کے کچھ حصوں پر تو ایمان لے آؤ اور باقی کو یا تو قابل اعتنا نہ سمجھو یا پھر اس کا انکار کر دو۔

اس کے بعد پروردگار عالم نے پانچوں بنیادی اعتقادی امور کے انکار پر شدید ترین وارننگ دی تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ہر مومن تابعداری و فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے "آمنوا باللہ الخ" کی صدائے حکم الٰہی پر از تہہ دل لبیک کہے اور نفس الامر کے مطابق "آمنت باللہ الخ" کا نعرہ ایمان بلند کرے تاکہ عتاب خداوندی کا نشانہ بننے سے نجات مل جائے۔ چنانچہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ہمارے اصول دین کی ہیئت کذائی کا آغاز "آمنت باللہ الخ" سے کیا جانا قرآنی مقتضائے حال کے عین مطابق ہے۔

آمنت باللہ کی قرآنی نظیر

کلمہ "آمنت باللہ الخ" کسی دستور ساز اسمبلی کی منظور کردہ کوئی اصطلاحی قرارداد نہیں بلکہ یہ تعمیل حکم خداوندی کی روشن ترین شکل ہے۔ اس کی صحت پر قرآنی مہر تصدیق ثبت ہے چنانچہ قرآن پاک میں "آمنت باللہ الخ" کی واضح ترین نظیر موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

"اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین ۵"

ترجمہ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب نے ارشاد فرمایا (میرے حکم کے آگے) سر تسلیم خم کر اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (تعمیل حکم میں) فرمایا میں نے رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد خداوندی "اسلم" کی تعمیل میں نفس الامر کے مطابق "اسلمت" کہہ کر تابعداری اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا اور اپنی اولاد کو بھی خداوند عالم کے پسندیدہ دین پر چلتے ہوئے ایسا مظاہرہ کرنے کی وصیت فرمائی۔

پس جس طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی "اسلم" کی تعمیل میں "اسلمت لرب العلمین" کا نعرہ بلند کیا ہے اسی طرح سے ہر فرد مومن حکم الٰہی "آمنوا باللہ الخ" کی تعمیل میں "آمنت باللہ الخ" کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ گویا حضرت ابراہیم کا نعرہ اسلام "اسلمت الخ" ہر مومن کے نعرہ ایمان "آمنت باللہ الخ" کی قرآنی نظیر ہے۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہونے کے دعوے دار ہیں اور از روئے قرآن حضرت ابراہیم علی نبینا نے ہمارا نام مسلم پسند فرمایا ہے۔ کسی امر کی قرآنی نظیر اس امر کے قطعی ثبوت کے لئے دلیل قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

اصول دین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اس اصل کی نسبت اللہ کی طرف ہو جو قابل نسبت ہے تاکہ ہر امر اعتقادی خاص ہو جائے اور وہاں ثالث کو تعمیم پیدا کرنے کا موقع میسر نہ ہو سکے۔ چنانچہ ہمارے پانچ اصول دین میں تین مضاف کی

صورت میں ہیں۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

اصل اول "آمنت باللہ" ہے۔ اس کا مطلب اللہ پر ایمان لانا ہے جو اسم ذات ہے۔ صفات خداوندی بالاتفاق ازلی ہیں اور عین ذات ہیں۔ لہٰذا ایمان بالذات کے نتیجہ میں ایمان بالصفات خود بخود متحقق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی ایک صفت کی تخصیص اس بات میں کوئی خاص معنی نہیں رکھتی۔

اصل ثانی "ملائکتہ" ہے یعنی اللہ کے فرشتوں کو مان لینا جو کہ لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون کے مصداق ہیں۔

اصل ثالث "وکتبہ" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جملہ کتب سماویہ کو برحق ماننا کہ وہ اللہ کی طرف سے اتاری گئی کتابیں ہیں اور اپنی عملی زندگی اللہ پاک کی طرف سے اتاری گئی آخری کتاب قرآن مجید کے مطابق گزارنا۔

اصل رابع "ورسلہ" ہے مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے خداوند عالم کی طرف سے بندوں کی طرف بھیجے گئے تمام پیغمبروں پر بلاتفریق ایمان لانا کہ وہ اللہ اور بندوں کے مابین احکام الٰہی پہنچانے کے وسائط ہیں۔

اصل خامس "والیوم الآخر" ہے۔ اس کا مطلب قیامت کے دن پر ایمان لانا ہے کہ قیامت برحق ہے۔ الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ ترکیب توصیفی کے حامل اس اسم مرکب کا مصداق قیامت عظمیٰ آفاقیہ ہے لہٰذا انکار کا کرشمہ یہاں نہیں دکھایا جا سکتا۔

اصول کی اہمیت

یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ فروعی اعمال کے بارآور ہونے کا انحصار اصول عقائد کی صحت پر ہے چنانچہ ضروری اعتقادی امور سے آگاہ ہونا ہر ایک مکلف کے حق میں لازمی امر ہے۔ چونکہ اصولی مسائل کافی باریکی کے حامل ہوتے ہیں اس بنا پر جن اعتقادی امور کا بیان غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے کتاب الاعتقادیہ کی شکل میں پیش کیا ہے اور جس قدر تشریح و توضیح کی ہے اسی قدر اعتقاد کا حامل ہونا ہر مومن مسلمان کے لئے کافی ہے اس بارے میں

غیر ضروری مسائل سے چھیڑ چھاڑ کرنا اور اپنی حیثیت سے آگے نکل جانا تباہ کن ہوا کرتا ہے۔ آدم الاولیا، جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے۔

" رحم اللہ امرءاً عرف قدرہ و لم یتعد طورہ

یعنی اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر و منزلت کو پہچانا اور اپنی حیثیت سے آگے نہ گیا۔" (جاری ہے)

بقیہ ۔ قرآن مجید

دور حاضر کے لئے اہم ترین سبق

خالق حقیقی کا یہ واضح اعلان ہمارے معاشرے میں معروف کار ایسے نام نہاد مصلحین کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہونا چاہئے جو بزعم خود اپنے آپ کو دین کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ جو امن وآشتی سے محبت نہیں رکھتے اور اپنی مذہبی سیاست کو چمکانے کی خاطر اسلامی معاشرے میں اپنی زہرناک تحریروں اور تقریروں سے نفرت اور فساد کو اس حد تک ہوا دیتے ہیں کہ اہل اسلام کے گروہوں کے درمیان جذباتی چپقلش کے علاوہ مسلح تصادم تک کی نوبت آجاتی ہے جس کے نتیجے میں کئی بے گناہوں کے خون ناحق سے بھی دین کے نام پر ہاتھ رنگے جاتے ہیں۔ یعنی معاذاللہ ایک کلمہ گو کا قتل ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے کیونکہ نام نہاد مصلحین نے تو ایک دوسرے پر کفر و شرک کا فتویٰ پہلے داغ رکھا ہے پھر جاہل مقلدین کو بھلا قتل وغارت کرنے میں کیا باک ہو سکتا ہے؟

رب العالمین کا یہ واضح اعلان ایسے نام نہاد مصلحین کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو حقیقتاً منافقین اور مفسدین کے زمرے میں آتے ہیں جب کہ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیا ہے اور وہ ایک طرح کی خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ جو اہل ایمان دین سے والہانہ لگاؤ رکھنے والے ہوتے ہیں یہ مفسدین ان کا جذباتی استحصال کرتے ہیں اور فساد و فتنہ اور قتل وغارت کو بھی کار ثواب بنا کر ان جذباتی مقلدین سے ان اعمال مذمومہ کا ارتکاب کرواتے ہیں اور خود کو اور ان سادہ لوح لوگوں کے لئے اسباب گمراہی پیدا کر کے اسفل السافلین تک پہنچا دیتے ہیں۔ اہل ایمان کو ایسے فتنہ جو نام نہاد مصلحین سے خبردار رہتے ہوئے ان کے خبث باطن کو بے نقاب کرنا چاہئے تاکہ معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ بن سکے۔ (جاری ہے)

نورانیت مصطفیٰ

احمد علی عارف منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

تو ابو جہل اور ابو لہب میں بھی متحقق ہے تو کیا یہ عقیدہ رکھا جا سکتا ہے کہ وہ بھی جبرائیل علیہ السلام اور حملہ عرش اور دیگر ملائکہ سے افضل ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام میں دو جہتیں تھیں ایک نبوت اور خلافت کی اور ایک بشریت کی۔ فرشتوں کی نظر صفت نبوت پر پڑی اور سجدہ میں گر گئے اور ابلیس کی نظر بشریت پر پڑی اور اس نے سجدہ سے انکار کیا اور کہا قال لم اکن لا سجد بشر خلقتہ من صلصال من حماء مسنون میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جس کو تو نے بجتی ہوئی مٹی اور گارے سے پیدا کیا۔ پس ابلیس کے سفر کی بنیاد یہ تھی کہ اس نے نبی کی بشریت کو ملحوظ رکھا اور کمالات نبوت کو نظر انداز کیا۔ آج بھی اس طریق کو اپنانے والے ہر جگہ اور ہر موقع پر نبی کی بشریت کو پیش کرتے ہیں اور ان کی باقی خصوصیات اور کمالات کے لئے اپنی نگاہوں کے دریچے بند کر لیتے ہیں۔

سابقہ حوالوں سے یہ امر قارئین پر واضح ہو گیا کہ اختلاف نبی کے بشر ہونے میں نہیں ہے کیونکہ اس کی گواہی تو خدا تعالیٰ جل شانہ خود دے رہا ہے بلکہ دین وایمان کے خطرناک بات نبی کی بشریت کو خود اپنی بشریت پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا ہے کہ نبی بھی تو ہم جیسے انسان ہی تھے۔ چنانچہ کچھ بدبختوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کو عام بشریت پر قیاس کرتے ہوئے آپ ؐ کی شان میں نہایت ہی ناشائستہ کلمات استعمال کئے ہیں اور آپ ؐ کی تنقیص میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس طرز عمل کو صرف اور صرف بغض رسول ؐ پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

نورانیت مصطفیٰ ؐ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب ہم آپ کی نورانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (المائدہ آیت ۱۵) تحقیق تمہارے پس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آیا۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر مختلف مفسرین نے مختلف طریقوں سے کی ہے اور اکثر مفسرین نے یہاں نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس لی ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ کہ بقول ابن جریر نور سے مراد یہاں ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جن کی وجہ سے اللہ نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو ظاہر فرمایا۔ شرک کو نیست ونابود کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں سے اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو منور فرمائے جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض " اور جنہوں نے یہ کہا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ لفظ "واو" مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کے تحت رقم کرتے ہیں کہ۔

اس آیت کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

۱۔ نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور کتاب سے مراد قرآن۔

۲۔ نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن۔

۳۔ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن حکیم۔

لیکن موخر الذکر کمزور بات ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے۔

ملا علی قادری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) یعنی حق کے ظہور اور باطل کو ملیا میٹ کرنے کے لئے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظلمات

میں نور کی طرف ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ اور کتاب مبین جس کا اعجاز ظاہر ہے وہ احکام بیان کرنے والا ہے اور یہ مطلوب کی دلیل ہے جس کا بیان یہ ہے کہ عطف میں اصل مغائرہ ہے۔

(شرح شفاج ا ص ۴۲)

بعض کہتے ہیں کہ یہاں واؤ عطف تفسیری ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ واؤ عاطفہ میں اصل تغیر ہے اور عطف تفسیر مجاز ہے۔ اصول شاشی کا قانون ہے کہ الفاظ میں اصل حقیقت ہے تاوقتیکہ تعذر عقلی یا شرعی لازم نہ آئے۔ پس تعذر کے بغیر واؤ کو عطف پر محمول کرنا کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس عطف تفسیری کا جواب ملا علی قاری نے یوں دیا ہے۔

تحقیق بعض مفسرین نے یہ ارادہ کیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے قرآن کریم کو مراد لیں اور عطف میں تغائر لفظی بلحاظ صفات کے قرار دیا۔ بلا خوف و خطران کے مقابلے میں یہ بات کہی جائے گی کہ جب نور و کتاب دونوں سے مراد قرآن لیا جا سکتا ہے تو اس سے کیا چیز مانع ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں لفظوں سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہو وہ اس طرح کہ نور اور کتاب مبین ہونا دونوں آپ کی صفات ہیں کیونکہ آپ نور اس لحاظ ہیں کہ انوار میں کامل ظہور رکھتے ہیں اور کتاب مبین اس حیثیت سے ہیں کہ آپ تمام اسرار الہیہ کے جامع احکام شرعیہ کے مبین اور اخبار و حالات کے بتلانے والے ہیں۔

علامہ آلوسی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

اور بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہو اگر عطف کو جبائی کی طرف عطف تفسیری پر محمول کریں تو بلا ریب نبی پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے۔

سید محمود آلوسی اس آیت کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں

(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) عظیم اور وہ تمام نوروں کا نور ہے اور نبی مختار ہیں اس طرف قتادہ اور زجاج بھی گئے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی)

علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر یوں کی ہے۔

تحقیق اللہ کی طرف سے نور آیا اور اس نور سے مراد نور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(تفسیر جلالین)

شیخ احمد صاوی مالکی اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

آپ کو نور سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ آپ بصائر کو منور کرتے ہیں اور انہیں راہ ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نور کی اصل ہیں خواہ حسی ہو یا معنوی۔

شیخ ابو سعود اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ثانی سے مراد قرآن عظیم ہے۔

(تفسیر ابو سعود)

مولانا اشرف علی تھانوی اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قد جاءکم رسولنا فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا ایک فاعل ہو۔

(رسالہ النور ص ۳۱)

علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

اس آیت مبارک میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

(تفسیر بیضاوی)

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں۔

نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ کو نور سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ سے اس طرح ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے اندھیروں میں نور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

علامہ نسفی زیر نظر آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ آپ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کو دوسری جگہ سراج سے موسوم کیا گیا۔

(مدارک التنزیل)

ان مختصر اور مضبوط حوالوں کے بعد ہم اس آیت پر علامہ اسماعیل کا روح پرور ارشاد پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بحیثیت نور مبعوث

فرمایا اور آپ نے انسان کے لئے علیہ الہی بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے قول اللہ نور السموات و الارض میں نور سے موسوم فرمایا کیونکہ ارض و سما ظلمت و عدم میں مستور تھے پس اللہ تعالیٰ نے صفت ایجاد سے انہیں ظاہر فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا کیونکہ وہ پہلی مخلوق ہے جسے اللہ نے نور قدرت سے ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے بعض انوار کو بعض سے پیدا فرمایا پس جب آپ کے نور سے موجودات ظاہر ہو گئے تو آپ کا نام نور رکھا اور ہر وہ شے جو اقرب الی الایجاد ہو وہ اسم نور کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ عالم ارواح جبکہ ایجاد کے قریب تھا تو اسی وجہ سے اسے عالم انوار کا نام دیا اور عالم علوی نورانی ہے بنسبت عالم سفلی کے پس نور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ تمام موجودات کی نسبت ایجاد کے سب سے زیادہ قریب ہے لہذا نور کا نام سب سے زیادہ آپ ہی کی ذات مقدسہ کے مناسب ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومنین مجھ سے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور نبی سے مروی ہے کہ میں اپنے رب کے پاس بحیثیت نور آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے موجود تھا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا تھا اور فرشتے اس حمد سے تسبیح کیا کرتے تھے پس آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ نور ان کی پشت میں رکھا گیا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت کی ضمن میں زمین پر اتارا پھر نوح علیہ السلام کی پشت کے ضمن میں کشتی میں اتارا اور پھر ابراہیم کی پشت میں رکھا پھر اس طرح مجھے کریمانہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے والدین کی طرف بھیجا جو کبھی زنا پر اکٹھے نہیں ہوئے۔

نورانیت مصطفیٰ پر مزید قرآنی دلیل

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پر صرف یہ ایک آیت قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین دلیل ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ دیدہ بینا کے لئے قرآن میں بے شمار آیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پر دال ہیں۔ ہم چند ایک آیات مع تفسیر نذر قارئین کرتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی آیت کریمہ اللہ نور السموات و الارض الخ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کعب اور ابن جبیر کا قول ہے کہ یہاں نور ثانی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اللہ کے قول مثل نورہ کا معنی ہے نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال اور سہل بن عبداللہ نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ آسمان اور زمینوں کا ہادی ہے پھر کہا کہ مثال نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (جبکہ وہ پشتوں میں بطور امانت تھا) مثل اس طاق کے ہے جس کی ایسی صفت ہو اور مصباح سے آپ کے قلب کا ارادہ کیا اور زجاجہ سے سینہ اقدس کا گویا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے جو ایمان و حکمت سے تجر نور ہے اور ایک درخت سے روشن ہے یعنی خود ابراہیم سے اور شجر مبارکہ سے بعض مثال دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول یکاد زیتھا یضیئ کا مطلب یہ ہے کہ قریب ہے کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دعویٰ نبوت سے پہلے لوگوں پر ظاہر ہو جانے کی مثل اس زیتون کے اور اس آیت میں اور بھی مضمون بیان کئے گئے ہیں واللہ اعلم۔ اور اللہ نے قرآن میں آپ کو اس مقام کے علاوہ نور اور سراج منیر سے موسوم فرمایا ہے پس اللہ نے فرمایا قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین اور فرمایا انا ارسلنک شاھدا و مبشرا الخ اور اسی ضمن میں فرمایا الم نشرح لک صدرک الخ میں سینہ سے مراد آپ کا دل ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ دل کو نور اسلام سے لبریز کر دیا اور سہل نے کہا نور رسالت ہے۔

ملا علی قاری اس مضمون کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء کرام سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں ظاہر ہوا جب کہ وہ توحید میں علامت کی حیثیت رکھتے ہیں اور خاص طور پر تسلیم و رضا کے باب میں، پس وہ کثیر خیر کے حامل شجر تھے کیونکہ بعد کے تمام انبیاء آپ کی اولاد سے تھے اور ان میں سے اکثر ملک شام سے مبعوث ہوئے جس کی زمین میں اللہ نے برکت رکھی تھی اور ممکن ہے کہ زیتون سے اسی طرف اشارہ ہے۔ صاحب تفسیر خازن سراجا منیرا کے تحت لکھتے ہیں۔ معناہ امدا اللہ بنور نبوتہ نور البصائر

شمایعد بنور السراج نور الابصار اس کا معنی یہ ہے
کہ اللہ نے آپ کے نور نبوت سے بصائر کے نور کی مدد فرمائی جیسے
نور سراج سے نور الابصار کی مدد کی جاتی ہے۔امام رازی اسی آیت
کے تحت لکھتے ہیں۔(ترجمہ) نبی کے حق میں چراغ فرمایا اور شمس
نہ فرمایا حالانکہ سورج کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔اس کی کئی وجوہ
ہیں۔ایک وجہ یہ ہے کہ شمس سے عموماً استفادہ نہیں کیا جاتا ہے
بخلاف چراغ کے کیونکہ اس سے انوار کثیرہ حاصل کئے جاتے ہیں

نورانیت مصطفیٰ اکابر دیوبند کی نظر میں

مسئلہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف
مفسرین کی آراء سپرد قلم کرنے کے بعد ہم اسی موضوع پر ان
لوگوں کی آراء پیش کرتے ہیں جن کا تعلق اس مذہب سے ہے
جس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری
طرح بشر ہیں نور نہیں۔چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب
لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمودہ کہ آمدہ نزد شمار از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد
از نور ذات پاک حبیب خدا است

(ترجمہ) حق تعالیٰ اپنے حبیب کی شان میں فرماتا ہے کہ آیا
تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین اور نور سے
مراد حبیب پاک کی ذات اقدس ہے۔

(امداد السلوک ص ۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔اب لیجئے کہ
نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے
آپ ہوں۔

(رسالہ النور ص ۳۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
شاید نور سے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب مبین سے
قرآن کریم مراد ہو۔

مولانا مشتاق احمد اسی آیت کے تحت رسالہ توسل میں
لکھتے ہیں کہ نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

اہل دیوبند کی مسلمہ کتاب تواریخ حبیب میں ہے کہ
آپ کا بدن نور تھا اسی سبب سے آپ کا سایہ نہ تھا اس لئے کہ سایہ
جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے نہ لطیف و نورانی کا۔

(تواریخ حبیب اللہ ص ۱۸۹)

(جاری ہے)

بقیہ: عبدالرحمن اسطرانجی

غمناک و محزون بیٹھ گیا اور اس کی بے چارگی پر خوب رویا۔پھر
سوچا مجھے چاہئے کہ اسی جگہ پتھر اور ڈھیلے اکٹھے کر کے اس کے لئے
ایک مکان تیار کرنا چاہیے تاکہ اسے وہاں بٹھا دوں اور وہ سورج
کی گرمی اور صحرا کی سردی سے محفوظ رہے چنانچہ میں نے اسی طرح
کیا۔

(جاری ہے)

(قارئین کرام۔غور کیجئے مشائخ سلسلۃ الذہب کا بنیادی
مقصد حیات تعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ
ہے۔جن بزرگان دین کا کیڑے مکوڑوں کے ساتھ حسن سلوک کا
یہ حال ہو ان کی انسان دوستی کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔یہی
انسان دوستی صوفیہ نوربخشیہ کا عظیم روحانی ورثہ ہے۔ہمارا
مشن صرف نمازیں پڑھنے اور تسبیح پھیرنے تک محدود نہیں ہے
بلکہ ہم عالمگیر سطح پر انسان دوستی اور مخلوق خدا سے محبت،
شفقت اور امن کا راستہ اپنانا چاہتے ہیں۔خدا کی ساری مخلوق
خدا کا کنبہ ہے اور خدا کی ساری مخلوق سے محبت ہمارا مطمع نظر اور
نظریہ حیات ہے۔حقوق العباد پورے کئے بغیر صرف حقوق اللہ کی
ادائیگی سے قربت الٰہی کی وہ عظیم منزل حاصل نہیں ہو سکتی جس
تک پہنچنا ہر سالک راہ کا اولین مقصد حیات ہے۔)

بقیہ۔

بالخصوص اغیار کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے اور ہم پر عرصہ حیات
تنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے ایسے میں ہمیں چاہئے
کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت کو
تھام کر اللہ تعالیٰ سے رحم اور مدد کی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس
مبارک مہینے کے صدقے عالم اسلام اور مملکت پاکستان کی
مشکلوں کو آسان فرمائے۔

روح اور روحانیت

مولانا شکور علی انور فاضل عربی ۔ بی ۔ اے ۔ بی ۔ ایڈ

روح اور ملائکہ

حق تعالیٰ نے کلام کریم میں سورۃ القدر کی آیت تنزل الملئکۃ والروح میں روح اور ملائکہ کا جداگانہ طور پر ذکر کیا ہے ۔ اس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ روح الگ چیز ہے اور ملائکہ الگ چیز ۔ لیکن ایسا نہیں ہے ۔ جبرائیل علیہ السلام بلاشبہ ملائکہ میں سے ہیں لیکن روح ان کا وصفی نام ہے ۔ قرآن مجید میں بعض جگہوں پر روح کے لئے ملک یا ملائکہ کا لفظ اور بعض جگہ ملائکہ کے لئے روح کا لفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا ان دونوں میں چنداں فرق نہیں ہے البتہ روحوں میں درجات اور مقام قربت کے لحاظ سے تفاوت اور فرق ضرور ہوتا ہے ۔ فرشتوں کی روح بہرحال خداوند کریم کی فرمانبردار ہوتی ہے ۔ تمام وہ ارواح جو فرمانبرداری اور انکساری کا اظہار کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا ہے ۔

وللہ یسجد مافی السموات ومافی الارض من دابۃ والملئکۃ وھم لا یستکبرون ط یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون مایؤمرون ط (سورۃ النحل آیت ۴۹ ۔ ۵۰)

ترجمہ ۔ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے ۔ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف طاری رکھتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے ۔

جن روحوں کی تابعداری کا یہ عالم ہو تو وہ درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں یہی ملائکہ کی روحیں ہیں اور ملکی صفات سے جن روحوں کو زینت دی جاتی ہے وہ عبادت وریاضت، ذکر وفکر اور تقویٰ وطہارت کے ذریعے قربت خداوندی سے ہمکنار ہوتی ہیں اور مؤمنین اور مؤمنات کی روحیں بن جاتی ہیں ۔ پھر انہی ارواح کے نیک اعمال سے ہی فرشتے تخلیق ہوتے ہیں ۔ عبادات کے انوار سے جو ارواح مرتب ہوتی ہیں وہ نوری مخلوق کہلاتی ہیں اور ان کی تعداد میں مؤمنین اور مؤمنات کی عبادات تسبیحات اور تکبیر وتہلیل سے اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے ۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا ہے کہ ہر عبادت کے لئے ایک نور ہوا کرتا ہے ۔ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں ۔

بہر طاعتے از طاعات نوری است چوں نور وضو نور نماز و نور روزہ ونور ذکر وغیرہ

(رسالہ معراجیہ)

یعنی تمام طاعات میں سے ہر طاعت کا ایک نور ہوا کرتا ہے جیسے وضو کا نور، نماز کا نور، روزہ کا نور اور ذکر کا نور وغیرہ ۔

اس نور صوری اور معنوی دونوں صورتوں میں ممکن ہے ۔

ارواح ملائک مقرب

مقرب فرشتے تعداد میں چار ہیں جن کی ارواح کے ماتحت دیگر فرشتوں کی روحیں کارہائے نظام کائنات پر مامور ہیں ۔ یہ روحیں جن کو مخصوص فرائض سونپے گئے ہیں ملائک مقرب کہلاتے ہیں ۔ یہ ملائک مقربین حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں ۔

(العروۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ)

تعلیمات قرآن واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام روح القدس کے مقام پر فائز ہیں ۔ چنانچہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین آمنوا وھدی وبشری للمسلمین ط (سورۃ النحل آیت ۱۰۲)

ترجمہ ۔ کہہ دیجئے اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اسے روح القدس نے تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک اتارا تا کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور اس میں مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

اس بات میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ روح القدس یعنی حضرت جبرائیل وہ ملک مقرب ہیں جن کی ذمہ داری وحی لانا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

وماكان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من ورآیء الحجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء انه علي حكيم ط (سورة الشورى آيت ۵۱)

اور کسی آدمی کو (حق) نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا پردے کے پیچھے سے یا کسی بھیجے گئے فرشتے کے وسیلے سے کہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی کرے۔ بے شک وہ بلندی اور حکمت والا ہے۔

قرآن مجید کے نزول کا اہم اور خاص ذریعہ بھی جبرائیل علیہ السلام تھے جو اپنی امانت داری کے باعث روح الامین بھی کہلاتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے ثابت ہے۔
وانه لتنزيل رب العالمين ط نزل به الروح الامين ط

(سورة الشعراء آيت ۱۹۲۔۱۹۳)

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اور اسے روح الامین نے اتارا۔

روح الامین شکل انسانی میں

قرآن مجید سے روح الامین کے انسانی شکل میں نزول کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے جیسا کہ آیت ذیل میں مذکور ہے۔
فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا ط

(سورة مريم آيت ۱۷)

ترجمہ ۔ تو ہم نے اپنی روح (جبرائیل) کو ان (حضرت مریمؑ) کے پاس بھیجا تو جبرائیل اچھے خاصے آدمی کی شکل اختیار کر کے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک مسافر کی شکل میں حاضر ہو گئے اور دو زانو ہو کر آپؐ سے اسلام، ایمان، احسان اور ساعت (قیامت) کے بارے میں استفسار کیا۔ اور آپؐ سے شافی جواب پا کر رخصت ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تم جانتے ہو یہ مرد غریب کون تھا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اللہ کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ آپؐ نے زبان درخشاں سے فرمایا کہ حضرت جبرائیل تمہاری تعلیم کے واسطے تشریف لائے تھے تاکہ تم کو دین کے آداب سکھا دیں اور مجلس رسول میں نشست و برخاست اور طریق گفتگو کے آداب سکھا دیں۔

(ذخیرۃ الملوک اردو ص ۱۱)

روح جبرائیل ارواح ملائکہ کی سردار

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سورۃ القدر میں ملائکہ اور روح کا الگ الگ بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدس رات میں ملائکہ ایک عظیم روح کے ماتحت اترتی ہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر قادری لکھتے ہیں کہ فرشتے زمین اور آسمان دنیا پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں اترتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ فرشتوں کے ساتھ ایک بڑا فرشتہ اترتا ہے جس کا نام روح ہے۔

(تفسیر قادری ج ۲ ص ۷۰۵)

علامہ نصیر کے بقول اس میں مصلحت و حکمت اور راز یہ ہے کہ ایک ہی عظیم اور سردار روح میں بے حساب روحیں جمع ہوتی ہیں چنانچہ ایک عظیم روح کا نازل ہونا ہی بہت سی ارواح کا نزول ہے اور اسی کا ذکر سب کا ذکر ہے۔

(رسالہ روح کیا ہے؟ ص ۳۹)

روح جبرائیل ارواح ملائکہ کی سردار ہے۔ علی ھذا القیاس بقول حضرت نجم الدین دایہ روایت ہے کہ بارش کے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ موکل ہوتا ہے۔ جبکہ یہ تمام فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت کام کرتے ہیں۔

قبض روح اور ملک الموت

بقیہ صفحہ ۳۰ پر

سلوۃ العاشقین و سکینۃ المشتاقین

شیخ علاؤالدولہ سمنائی

سیاق و سباق کو برقرار رکھنے کی خاطر نوائے صوفیہ شمارہ
بر ۲۷ میں شائع شدہ قسط کا آخری حصہ دوبارہ شائع کیا جارہا
ہے۔)

مقام مردانگی

جب تم ثابت قدم رہو گے تو مقام مردانگی پر پہنچ جاؤ گے
ور ان مردوں میں شامل ہو جاؤ گے جن کے متعلق ارشاد
خداوندی ہے
رجال لاتلهيهم تجارة و لا بيع
عن ذکر اللہ (سورۃ النور آیت ۳۷)

ان میں ایسے مرد موجود ہیں جنہیں تجارت ذکر اللہ سے غافل بناتی ہے اور نہ خرید و فروخت

یہ وہ مقام ہے کہ کہتے ہیں کہ "فلاں آدمی آب حیات کے سمندر پر پہنچا اور آب حیات پی لیا۔ اغیار کے فتنہ و شور و شر سے نجات پا گیا"۔

اس کے بعد جو کچھ اس کو پہنچ جائے وہ اسی میں گم ہو جائے گا اور وہ سمندر کی مانند بن جائے گا۔

طالب حق جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو کبھی کبھی لطف و کرم الٰہی کے دریا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں اور سالک کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ اور اسے غرق کر دیتی ہیں یہاں تک کہ طالب حق فنا ہو جاتا ہے اسے اپنی خبر ہوتی ہے نہ کسی اور کی۔

اس حال کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اس سے شرعی آداب میں سے کوئی ادب ترک نہیں ہوتا۔ وگرنہ ایسا شخص نعوذ باللہ مردود و مفتون ہے مقبول و محبوب نہیں۔ اے اللہ اپنے فضل و کرم کے ذریعے تمام سالکوں کو اس عظیم آفت (آداب شرعی کی خلاف ورزی) سے محفوظ فرما (آمین)۔ کیونکہ ولی کے لئے چاہئے کہ وہ محفوظ ہو اور خلاف شریعت کوئی چیز اس سے ظاہر نہ ہو

اس بے شعوری کی حالت میں کچھ لوگوں کا مقام زیادہ ہوتا ہے اور بعض کا کم یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور بندہ نوازی کے ذریعے سالک کو اس دریا سے باہر نکال لیتا ہے اس کو پھر اس کے سپرد کرتا ہے۔ وہ افاقہ میں آتا ہے اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جیسا کہ کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے اور جب آنکھیں کھول دیتا ہے تو خود کو شہر میں اور اپنے گھر میں دیکھ کر سوچتا ہے کہ وہ کچھ دیر سوتا رہا یہی حال عالم الوہیت سے عالم شہادت میں واپس آنے والے کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسے انجمن (مخلوق کی صحبت) میں خلوت نصیب ہو جاتی ہے اور عالم غیب میں کوئی چیز اس کے لئے حجاب نہیں بنتی بلکہ پردے اس کے لئے حاجب بن جاتے ہیں۔ اس حال کے بعد اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اس عالم میں اس کو عالم محسوسات میں بندوں کے استفادہ کے لئے اتار دیتے ہیں جن کی خوش قسمتی کا حکم ہو چکا ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کے دلوں میں اس کی ولایت کی خوشبو پہنچ جاتی ہے جس کی بنا پر ان میں شوق طلب، عشق اور محبت پیدا ہوں گے جسے ارادت کہتے ہیں اور مرد طالب یہاں مرید بن جاتے ہیں۔

پس اس مقام پر مرید کے لئے چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا شرائط ہشتگانہ پر ثابت قدم رہے اور شیخ کے امر و نہی سے تجاوز ہرگز نہ کرے۔ اگر نعوذ باللہ شیخ کے بارے میں کوئی شیطانی خیال اس کے دل میں آئے تو اسی وقت اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بتائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس (شیطانی خیال) کو اس سے دور کر دے اور اس کا عقدہ کھل جائے ورنہ نعوذ باللہ شیطان اس پر تصرف کرے گا۔

اگر شیخ دل (اعتبار) سے گر جائے اللہ تعالیٰ دو جہان والوں کے عمل کے طفیل ہمیں اور تمہیں اس سے محفوظ رکھے (آمین) تو مرید آگے چل نہیں سکتا۔ خدایا تمام مریدوں کو ان

بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ شیخ کے دل کو جو دریچہ غیب ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور بخششیں اسی کے توسط سے مرید کو پہنچتی ہیں، کشادہ رکھے۔ (آمین)

این دعا را از همه خلق جهاں آمین باد

(اس دعا کے لئے تمام اہل جہاں سے آمین ہو)

پس چاہیئے کہ بلا ذکر ایک سانس بھی نہ لے اور دل کا نگہبان رہے تاکہ وہاں خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی تصرف نہ کرسکے ذکر خوف اور تعظیم کے ساتھ کرے یہاں تک کہ ذکر اس کے ظاہر و باطن پر چھا جائے اور نور ذکر اس کے اجزائے وجود میں پھیل جائے جیسا کہ کیمیا کو خام کھوٹ سے ملا دیا جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب ذکر (آدمی کے اجزائے بدن میں) پھیل جاتا ہے تو ذاکر (سرتاپا) نور محض بن جاتا ہے جو نور ان انوار کے جنس سے نہیں جسے لوگ دیکھتے، جانتے اور اس سے متعلق سنتے ہیں۔ صاحب واقعہ کو جو کچھ اس کا حال گفتگو میں آئے سننے والوں کو کہ خدا ان کو انصاف دے اور ان کے چشم دل کو روشن کردے وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ مگر ان کے درمیان زیر گفتگو آنے کی وجہ سے دیوانگی ہوتی ہے وہ نور ذکر پر مداومت کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے جس کا پرتو اللہ تعالیٰ نے ولایت شیخ پر ڈالا اور اسی کا عکس مرید کے وجود پر ظاہر ہوا کبھی یہ غالب تر اور ظاہر تر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ تر ہوتا ہے۔

اس حال میں ذکر ذاکر کو ایسی لذت دیتا ہے جس کی موجودگی میں وہ تمام لذتوں کو بھول جاتا ہے۔ کھانے پینے وغیرہ سے باز رہتا ہے۔ اس مقام میں شیخ اس کی مدد کرتا ہے اور وہ بہترین تربیت فرما کر اس مقام سے جو مقام کوشش ہے مقام کشش میں پہنچا دیتا ہے تاکہ اس کے حال میں جذبہ کا اثر ظاہر ہو۔ وہ اسے اس ولایت سے اچک لیتا ہے اور نقطے، دائرہ شموس، دائرہ اقمار، دائرہ کواکب اور گھن گرج وغیرہ دیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے یہاں تک سرحد ربیت تک پہنچا دیتا ہے۔ عالم ربیت سے سالک کے مشام جان میں نسیم ریاحین پہنچتی ہے۔ اپنے وجود کے تعلقات کی زنجیریں وہ پگھلا دیتا ہے اور ربانی بن جاتا ہے۔ وادی فقر سے فنا کی آندھی چلتی ہے اور آیت لا تبقی و لا تذر (المدثر ۲۸) نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی، چیزوں پر پڑھی جاتی ہے۔ ماسوا اللہ میں آگ لگا دی جاتی ہے اور اس (کی راکھ) کو بے پروائی کی ہواؤں میں اڑا دیا جاتا ہے۔

کان اللہ ولم یکن معہ شیئ صرف اللہ تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔ کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے۔ ندائے لمن الملک الیوم (المؤمن ۱۶) آج ملک کس کی ہے؟ دی جاتی ہے اور جواب للہ الواحد القہار (المؤمن ۱۶) اللہ کے لئے ہے جو واحد اور غالب ہے۔ ظاہر ہوتا ہے اور یہ آواز آتی ہے کہ لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا عشق راہ عشق و محبت سے جذبہ کی صورت مرید کے حال میں ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی شراب جمال سے لبریز جام اس کے حلق میں انڈیل دیا جاتا ہے اور کبھی بادہ جلال کے بھرے ہوئے پیالے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ شراب جمال کے سکر کے ذریعے بادہ جلال قبول کرنے پر تیار ہو جائے اور صحو کے ذریعے اس سکر سے استعداد کمال پاتا ہے

للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ (یونس ۲۶) بھلائی کرنے والوں کے لئے بھلائی ہے بلکہ زیادہ بھلائی ہے۔ کے تحت دیکھ لیتا ہے یہاں تک کہ حویت ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو (الحشر ۲۳) اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ کی تجلی میں ایسا فنا ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اس کی بشریت جس کی خاصیت ظلمت محض ہے نور محض بن جاتی ہے اور نفس جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کی ہے کہ ان النفس لامارۃ بالسوء (یوسف ۵۳) بے شک نفس برابر برائی کی طرف ابھارتا ہے، اپنی ضد یعنی یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (الفجر ۲۷-۲۸) اے اطمینان پانے والا نفس اپنے رب کی طرف چل تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور شیطانیت ملکیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد وہ ربانی بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کونوا ربانیین (آل عمران ۷۹) تم ربانی (اللہ والے) بن جاؤ۔ اس سے سوائے عبادت کے کچھ سرزد نہیں ہوتا جب وہ ظاہری و باطنی طور افعال حق کے ظہور کا محل بن جاتا ہے اور خواجہ کائنات سرور مخلوقات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا وہ شرف حاصل کر لیتا ہے۔ اس مقام پر متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا وہ کسی جگہ نہیں پہنچ سکتا۔

آزمائش پر ثابت قدمی

دیگر چاہیئے کہ (سالک) بلا سے نہ بھاگے اور بدنامی سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم (البقرہ ٢١٦) عنقریب تم اسے ناپسند کروگے جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا کی صورت میں اپنی حقیقی بخشش و عطا اس کو پہنچائے۔ اگر ایسی عربی و فارسی کتابوں کا جو احوال مشائخ پر ہیں مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کہیں ایسے موجود نہیں رہے ہیں جنہیں بلا اور بہتان میں مبتلا نہ کیا گیا ہو۔ ایک رسالہ ہے جس کا نام ابتلایات اولیاء ہے اگر اسے اٹھا کر دیکھیے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ فرصت کی کمی ہے اور وقت گزرتا جارہا ہے لیکن چونکہ ہم نے شروع کر دیا ہے اور یاران طریقت (اللہ ان کی لمبی زندگی سے ہمیں فیضیاب کرے آمین) کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے کمر ہمت باندھ لیتے ہیں اور ان دنوں پیش آنے والے ایک دو واقعات و حکایات کی تشریح کرتے ہیں تاکہ (ان کی روشنی میں) اگر (سالک) کسی وقت بلا میں مبتلا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت

جانے۔

خواجہ کائنات اللہ تعالیٰ سے خبر دیتے ہوئے (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں۔ من احبنی احببتہ و من احببتہ ابتلیتہ و من ابتلیتہ قتلتہ و من قتلتہ فانا دیتہ جو مجھ سے محبت کرے میں اس سے محبت کرتا ہوں جس سے میں محبت کروں میں اسے بلا میں مبتلا کرتا ہو جس کو میں نے مبتلا کر دیا اسے میں مار ڈالتا ہوں اور جس کو میں نے مار ڈالا میں خود اس کی دیت بنتا ہوں۔

اس حدیث قدسی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ہزاروں جان سے شکرانہ ادا کرے۔ اس بات کا شکرانہ کہ (محبوب حقیقی نے فرمایا) "میں تیرا خوں بہا ہوں"

مرید کے دس خصائل

عجیب بات یہ ہے کہ ہم مختصر کرنا چاہتے ہیں مگر بات لمبی ہو جاتی ہے۔ جب مریدوں کی خصلتوں کا ذکر چھیڑ دیا تو بھی اختصار کو ذہن میں رکھا ہے۔ جب تک یہ تمام خصائل مریدوں میں نہ پائے جائیں یقین جانیں کہ ان کے لئے نقصان ہے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سب حاصل ہوں۔

یہ دس خصائل وہ ہیں جنہیں شیخ محقق ابو سعید (ابو خیر) قدس اللہ روحہ نے بیان فرمایا ہے۔

اول۔ مرید کو چاہیئے کہ ذہین و تیز فہم ہو تاکہ اپنے شیخ کے اشارات کو سمجھ سکے۔

دوم۔ چاہیئے کہ نفس امارہ اس کا مطیع ہو تاکہ شیخ کے احکامات کو عمل میں لاسکے۔

سوم۔ چاہیئے کہ تیز سننے والا ہو تاکہ کلام شیخ کو جلد پاسکے

چہارم۔ چاہیئے کہ روشن دل ہو تاکہ وہ شیخ کی ولایت کی عظمت کو دیکھ لے۔

پنجم۔ چاہیئے کہ راست گو ہو تاکہ (دیکھنے والے واقعات میں کمی و بیشی نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا (راہ) سلوک میں عظیم حجاب ہے اور غیب کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔

ششم۔ چاہیئے کہ وعدے کا پابند ہو۔

ہفتم۔ چاہیئے کہ جوانمرد ہو تاکہ دنیا میں جو کچھ بھی دوسروں کو بخش دے کوئی فرق نہ جانے۔

ہشتم۔ چاہیئے کہ اسرار شیخ اور جو کچھ واقعات دیکھے ان کی اچھی طرح محافظت کرے۔

یہاں ایک حکایت بیان کی جاتی ہے تاکہ فائدہ ہو۔

رمضان المبارک ٦٨٦ھ کو میں خلوت (اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا اسی دوران میرے دل میں ناگاہ یہ خیال آیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی قدس اللہ روحہ (مرید شیخ نجم الدین کبریٰ) جن کے خون پر ہزاروں جانیں فدا ہوں، جلد مخلوق کے درمیان سے اٹھالئے گئے اس میں کیا راز پوشیدہ تھا؟ اسی وقت میں نے سنا کہ "اس نے چاہا کہ سلوک کو اب ت ث کی مانند عام لوگوں کی زبان زد بنائے" اس کے بعد میں نے سنا "خبردار اس راہ کو تمام باطلوں اور باطل مذاہب سے محفوظ رکھو۔"

پس مرید اسرار شیخ اور واقعات کی محافظت کو

لازم شمار کرے۔

نہم۔ دوست رکھنا چاہئے کہ کوئی اس کو نصیحت کرے اور نصیحت کو قبول کرنا چاہئے۔

دہم۔ تیز فہم ہونا چاہئے تاکہ روح عزیز پر کھیل جائے اس راہ میں اپنی جان پر منت رکھے۔

جب مرید ان دس خصلتوں سے مزین ہو جائے گا تو انشاء اللہ منزلیں جلدی طے کرے گا۔

گرفتاران بلا کی چند مثالیں

آمدیم بر سر مطلب کہ بلا سے بھاگنا نہیں چاہئے۔

حضرت اویس قرنیؒ کسی جگہ سے گزرتے بچے آپ کو پتھر مارتے۔ آپ کی باریک ٹانگوں کو لہولہان کر دیتے اور کہتے کہ یہ دیوانہ ہے۔ آپ فرماتے کہ تم میری پشت پر مارو تاکہ میرے پاؤں زخمی نہ ہوں اور نماز پڑھنے سے معذور نہ ہو جاؤں۔ مگر وہ نہیں سنتے تھے۔

دوسری حکایت حضرت ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ کی ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت ابو سعید قدس اللہ سرہ کو وطن سے باہر نکال دیا گیا تھا جو بھی آپ کے پاس سے گزرتے منہ پھیر لیتے۔ جب نماز باجماعت پڑھنے جاتے تو آپ کے سر پر راکھ اور کوڑا کرکٹ پھینک دیتے تھے۔

سلطان العارفین (بایزید بسطامی) کو بسطام میں پشت کو

شکنجے میں کس کر کوڑے مارے جاتے تھے

یہ اس لئے ہے کہ فرمایا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری میرے دوست میری قباء کے نیچے ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اما اس وقت عجیب حالت برپا ہے لوگ ایسا گمان کرتے ہیں کہ اولیائے خدا (کی تعداد) فرشتوں سے بھی زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے حق میں کرامت عطا فرمائی ہے وہ کسی اور کے حق میں عطا نہیں فرماتے اور وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے جو کچھ پایا ہے وہ سب متابعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے پایا ہے۔ اور متابعت (نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کا دروازہ کبھی بند نہیں ہو گا جو بھی اس راستے میں جادہ مستقیم پر سچا قدم رکھے گا جو کچھ ماضی میں مدت مدید بعد حاصل ہوتا تھا اب اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے فیض سے مختصر وقت میں بھی کرامت فرمائے گا اور رحمت کے دروازے اس پر کھول دے گا۔

اے برادران وائے عزیزان من جو خانقاہ میں جمع ہوئے ہیں وقت کو غنیمت جانو۔ شیخ کے دامن ارادت کو ہاتھ سے جانے مت دو جس کے بارے میں حکم دو (اسی میں) مشغول ہو جاؤ جلد ہو سکتا ہے کہ ان احوال کی خوشبو تمہارے مشام جان تک پہنچ جائے۔ تمہاری آنکھ، تمہارے دل اور تمہارے کان کھول دیئے جائیں تاکہ تم عالم ملکوت کا مطالعہ کرو اور آوازوں کو سن لو۔ تم منکروں کی باتوں کی طرف التفات نہ کرو ہو سکتا ہے کہ جو برکت موجود ہے نہ رہے اور یہ بساط لپیٹ دی جائے۔ چنانچہ مشائخ (طریقت) رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہ قوم (اولیاء) کبریت احمر (اکسیر) کی مانند نایاب ہو جائے گی۔ چاہے کوئی اطراف عالم میں انہیں ڈھونڈے ان کا نشان نہ ملے گا۔ اس کے بعد لوگ افسوس کریں گے مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(جاری ہے)

قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ کا پرستار ہوں۔ چند نام نہاد رسائل اور دیگر عناصر نوائے صوفیہ اور علمائے کرام کے بارے میں من گھڑت خبریں چھاپنے میں مصروف ہیں خدا ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق دے۔

ممتاز علی عارف
ڈگری کالج سکردو

نوائے صوفیہ جو تمام تر اختلافات سے پاک اور شاہ ہمدان کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے والا رسالہ ہے اس کی خدمات سے کون آگاہ نہیں۔ اسی رسالے کی بدولت ہی انڈیا میں مقیم اہل نوربخشیہ کے حالات سے آگاہی حاصل ہوئی۔ ہم لداخ کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو سلام پیش کرتے ہیں۔

غلام محمد بسمل کراچی

پہلی بار نوائے صوفیہ کے ایک مضمون ارسال ہے شائع فرما کر حوصلہ افزائی کریں۔

سپاہی عبدالکریم سکساوی

خانقاہ صوفیہ نوربخشیہ کورو

م۔ ش کوروی

تعارف

موضع کورو بلتستان کے ضلع گانچھے میں دریائے شیوک کے دائیں کنارے ضلعی ہیڈ کوارٹر خپلو سے چالیس کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔یہاں کی آبادی کی اکثریت کا تعلق صوفیہ نوربخشیہ سے ہے اور تصوف سے والہانہ لگاؤ کے باعث خانقاہیں ان کی عقیدت اور محبت کا مرکز ہیں۔ کورو کے باسی مضبوط تن و توش کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دلیر، محنتی اور ہنرمند مانے جاتے ہیں جو پتھر توڑنے، تراشنے، چوب کاری اور تعمیرات کے کاموں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ انہی ہنرمندوں نے قدیم خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کورو کی جدید طرز پر تعمیر و توسیع کی ہے۔اہل نظر کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ کسی بھی تعمیراتی شاہکار کی

قدر و قیمت کا تعین کرتے وقت ان حالات اور مسائل کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اہل خلوص اور اہل ہمت معجزاتی کام دکھا جاتے ہیں۔ اگر تمام جدید سہولتوں کی فراوانی ہو اور بڑی بڑی مشینیں دستیاب ہوں تو بڑی عمارتیں کھڑی کرنا چنداں مشکل نہیں لیکن ایک انتہائی پسماندہ اور غریب علاقے کے عوام تمام سہولتوں اور وسائل کی عدم موجودگی میں بھی محض اپنے یقین اور قوت بازو کے زور سے کوئی کارنامہ سرانجام دیں تو اس کو بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ خانقاہ معلیٰ کورو کی جدید عمارت اہل وفا کا ایک ایسا ہی کارنامہ ہے۔

تعمیر نو کی کہانی

خانقاہ معلیٰ کورو کی قدیم عمارت قدیم طرز تعمیر کا نمونہ تھی جس کا تعمیری مواد لکڑی اور پتھر پر مشتمل تھا اور جسے مقامی زبان میں نمہ قصر کہتے ہیں۔ کورو میں ورود اسلام کے بعد یہی خانقاہ ہی اہل صوفیہ نوربخشیہ کی روحانی سرگرمیوں کا مرکز رہی تھی لیکن مرور ایام سے یہ عمارت خستہ ہو گئی تھی۔چنانچہ اہل وادی نے تعمیر و مرمت کے سلسلے میں صلاح مشورے کئے۔اس غرض سے کہ کوئی اہل اسلام ثواب سے محروم نہ رہے دیگر مکاتب فکر کے پیروکاروں کو بھی اس کار خیر میں حصہ لینے کی دعوت دی مگر بوجوہ انہوں نے اس سے معذرت چاہی اور یوں اس مشکل کام کا بیڑا کورو کے غریب مگر غیور نوربخشیوں نے اٹھایا۔چنانچہ ہر محلہ کے جوانوں کے علاوہ بچوں اور بوڑھوں نے بھی شانہ بشانہ کام کیا۔پہلا مرحلہ تعمیر کے لئے پتھر توڑنے کا تھا۔ ان دنوں میں لوگ ڈرل مشین جیسی جدید سہولت کے نام سے بھی واقف نہیں تھے اور بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں کو محض قوت بازو کے زور سے توڑ کر تعمیراتی مواد کی شکل دی گئی۔اس کام میں مختلف محلہ جات کے مابین دلچسپ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون اچھے اور لمبے پتھر نکالتا ہے۔بڑے بڑے پتھروں کو کاندھوں پر رکھ کر طویل فاصلوں سے خانقاہ تک پہنچایا گیا ان میں سے بعض پتھر بارہ فٹ اور بعض دس فٹ لمبے ہیں جو مختلف اہل محلہ نے جذبہ مسابقت کے تحت دور دراز سے اکٹھے کئے۔چنانچہ خانقاہ کے اہل محلہ نے "شلہ" سے، محلہ ستووالوں نے "وزیر آباد" سے ایسے پتھر ڈھوئے۔ یہ جگہیں محل تعمیر سے ڈیڑھ سے دو کلومیٹر دور ہیں۔ تعمیر خانقاہ کے لئے بھاری اخراجات درکار تھے چنانچہ اپنی مدد آپ کے تحت کام کا فیصلہ کیا گیا اور ہر گھر سے اشیائے خورد و نوش جمع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ نتیجتاً محاصل اشیاء کی ایسی فراوانی ہو گئی کہ

رکھنے کے لئے جگہ بھی کم پڑ گئی۔اس صورتحال سے انتظامیہ کا حوصلہ بڑھا۔اس موقع پر مستری غلام محمد نے یہ تجویز دی کہ موجودہ عمارت کے گرداگرد نئی خانقاہ کی دیواریں کھڑی کی جائیں اور یہ دیواریں مکمل ہونے پر پرانی عمارت اکھاڑ دی جائے۔چنانچہ تعمیراتی کام شروع ہوا جس میں تمام ترکھانوں اور معماروں نے بلامعاوضہ کام کیا جبکہ عوام نے ضرورت کی اشیاء اور خورد و نوش کی فراہمی کے علاوہ بلامعاوضہ مزدوروں کی حیثیت سے کام کیا۔

تعمیری امور کے سربراہ جناب مستری غلام محمد جس جس درخت پر بھی نشان لگاتے وہ وقف برائے خانقاہ متصور ہوتا۔ ان درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کو خانقاہ معلیٰ تک لانے کا کام بذات خود بہت دشوار تھا مگر جذبہ ایمانی نے اس دشوار کام کو بھی آسان بنادیا۔ محنت و مشقت کا یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔

خانقاہ معلیٰ کی تعمیر نو کا آغاز ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۰ ہجری مطابق ۱۹۶۰ء عیسوی میں ہوا۔ تین سال کی مسلسل جدوجہد سے اس کی دیواریں مکمل کی گئیں اور جب نئی عمارت تیار ہوئی تو پرانی خانقاہ کی موٹی دیوار اور تہہ دار چھت اکھاڑی گئی۔ پھر نئی چھت لگائی گئی جس کے لئے چوب کاری اور پچکاری کا کام تین برس سے جاری تھا۔ تیار شدہ حصے اٹھا اٹھا کر مقررہ جگہوں پر لگائے گئے۔ خانقاہ کا پورا نقش مستری غلام محمد کے بے مثال حافظے میں محفوظ تھا یوں موجودہ خانقاہ کی چھت تیار ہوئی جس کی چوب کاری اور نقش ونگار اپنی مثال آپ ہیں۔

پھر رسم افتتاح کا مرحلہ آیا جس میں بلتستان بھر کے تمام قابل ذکر علماء وزعما کے علاوہ سرکاری حکام کو مدعو کیا گیا جو یہ دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے کہ ان بے وسیلہ اور غریب لوگوں نے وہ تعمیراتی معجزہ ممکن کر دکھایا ہے جو لاکھوں روپے کے خرچ سے بننے والی بڑی بڑی سرکاری عمارتوں سے زیادہ عالی شان ہے۔

خانقاہ معلیٰ کی ساخت

خانقاہ کی چھت لکڑی کی بنی ہوئی اور دوہری ہے جس کی لمبائی شرقاً غرباً بیالیس فٹ چھ انچ ہے اور شمالاً جنوباً چھیاسٹھ فٹ ہے۔ برآمدہ کی لمبائی شمالاً جنوباً چھیاسٹھ فٹ اور شرقاً غرباً چودہ فٹ ہے۔ اس کی دیواریں اڑھائی فٹ موٹی اور پندرہ فٹ اونچی ہیں۔ مغربی دیوار میں دو الماریاں ہیں۔ شمالی دیوار میں چار کھڑکیاں اور جنوبی دیوار میں بھی چار کھڑکیاں ہیں۔ کھڑکیوں پر پنجرے لگے ہوئے ہیں۔ خانقاہ کا پرانا دروازہ شمالی دیوار کے مغربی کونے میں نصب کیا گیا ہے جہاں سے ایک چھوٹی مسجد کی گزرگاہ بھی ہے جہاں سردیوں میں محلہ خانقاہ کے نوربخشی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں جب کہ گرمیوں میں وہ خانقاہ کے اندر ہی نماز پڑھتے ہیں۔

خانقاہ کے مشرقی دروازے میں تین دروازے ہیں۔ بڑا دروازہ درمیان میں ہے اور ایک ایک دروازہ دائیں بائیں نصب ہے۔ ہر دروازہ دو دو پلوں کا ہے جن پر چوب کاری کے ذریعے خوبصورت نقش ونگار بنائے گئے ہیں۔

چھت کو سہارا دینے کے لئے ستون لگے ہوئے ہیں جن کی تعداد چودہ ہے۔ چھت میں بارہ چمن ہیں جو سب کے سب نقش و نگار سے مزین ہیں۔ خاص کر مرکزی چمن چوب کاری اور رنگ و روغن سے آرائش وزیبائش کا خوبصورت نمونہ ہے۔

محراب کے دائیں طرف منبر ہے جو مٹی اور پتھر سے بنایا گیا ہے اور مغربی دیوار اور محراب کی طرح منبر کو بھی گلکاری اور نقش کاری سے آراستہ کیا گیا ہے۔ نقش ونگار کے قدیم نمونے حاصل کرنے کے لئے مختلف گھروں سے پرانے ظروف مثلاً کٹورے، تھال اور حقے تک کو جمع کیا گیا اور ان پر موجود نقش و نگار کو لکڑی پر اتارنے کے بعد چوبکاروں نے کمال محنت اور مہارت سے لکڑی پر انہیں کندہ کرکے ان میں مختلف رنگ بھرے۔ یہ چوبکاری کے نمونے اپنی مثال آپ ہیں۔

خانقاہ معلیٰ کی دیواریں پتھروں سے بنائی گئی ہیں۔ اندرونی پلستر چکنی مٹی کو انڈوں کی سفیدی کے ساتھ ملا کر کیا گیا ہے۔ یہ سفید چکنی مٹی جو علاقے کے ایک موضع "گون" میں پائی جاتی ہے، خواتین نے دشوار گزار پگڈنڈیوں سے کھلتاؤں میں بھر بھر کر جمع کی۔ پلستر کے لئے بے شمار انڈے اکٹھے کئے گئے۔ انڈوں کی زردی الگ کی جاتی جبکہ سفیدی کو تعمیری مسالے کے طور پر کام میں لایا جاتا۔ دیواروں پر پلستر کے بعد سفیدی کا مرحلہ آیا۔ چونا دستیاب نہ تھا اس لئے سفیدی کے لئے خاص قسم کی سفید مٹی کارسی موضع کھرکوہ سے گھوڑوں پر لاد کر لائی گئی اور اس سے اندرونی و بیرونی دیواروں پر سفیدی کی گئی۔ سیمنٹ اور سریا کی عدم دستیابی کے باعث دیواروں میں لکڑی کے چھتن لگائے گئے ہیں۔

خانقاہ کے برآمدے کے نیچے سے ایک کوہل بہتا ہے۔ خانقاہ کے احاطے سے گزرنے کے بعد اس کوہل کا پانی وضو کے کام آتا ہے۔ یہاں ایک جو بیس ہارس پاور کا جنریٹر بھی نصب کیا گیا ہے تاکہ بوقت ضرورت بجلی کی سہولت حاصل رہے۔ خانقاہ کے اندر دروازے سے منبر تک کارپیٹ بچھا ہوا اور پورا فرش ایک جھیل کا سا منظر پیش کرتا ہے۔

الغرض یہ خانقاہ قدیم وجدید طرز تعمیر کا خوبصورت امتزاج ہے جس کی تعمیر میں تمام تر مقامی وسائل کو کام میں لایا گیا اور مقامی کاریگروں اور عوام نے ہی اسے مکمل کیا۔ نیز اس کی تعمیر کے لئے کوئی چندہ، عطیہ یا فطرہ ذکواۃ وغیرہ اکٹھا نہیں کیا گیا۔

اہل وفا کے اسمائے گرامی

جن اہل درد کاریگروں نے اس عظیم خانقاہ کی تعمیر میں حصہ لیا ان میں سے اکثر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نام طاق نسیاں کی زینت نہ بن جائیں۔

سنگ شکن

محلہ ستو سے۔ غلام محمد موٹا، یونس، مرزا حسین۔
محلہ خانقاہ سے غلام مہدی، حسن، وزیر، غلام مہدی
محلہ گوند سے۔ محمد، مہدی، غلام مہدی
محلہ فرول سے۔ غلام حیدر، کاچو، عبدالرحیم، ابو روزی، برق تھوق، چوپا

سنگ تراش

مستری غلام محمد، غلام علی، ابو محمد، غلام محمد موٹا، حاجی حسن، عبداللہ مرحوم، حاجی میر حسن، غلام محمد ستو، محمد، غلام مہدی، حاجی ابراہیم، احمد، حسین

چوبکاران

عبداللہ خانقاہ، علی بقدول، حاجی میر حسن، غلام محمد مستری، ابراہیم گوند

ترکھان

غلام محمد مستری، ابو علی ولد عیسیٰ، علی بقدول، غلام محمد ستو، عبداللہ خانقاہ، غلام علی، حاجی حسن، ابراہیم گوند وغیرہ۔

مرجع اہل تصوف

جونہی اہل تصوف نے لاتعداد مصائب سے گزر کر خانقاہ کی تعمیر کا کار عظیم سرانجام دیا حسب روایت نور بخشی خانقاہوں اور مسجدوں پر قبضہ جمانے والے ایک گروہ نے ادھر کا بھی رخ کیا اور جنہوں نے تعمیر میں حصہ لینے سے انکار کیا تھا اب اپنا حق جتلانے لگے۔ ان عناصر کو بیرونی حمایت بھی حاصل تھی لیکن اس کوشش کو ناکام بنا دیا گیا اور خانقاہ معلیٰ اہل تصوف کے لئے دلجمعی اور سکون قلب کے ساتھ عبادت و ریاضت، ورد و وظائف اور ذکر و فکر بجالانے کا حقیقی مرکز بن گئی۔ چنانچہ ۱۹۹۷ء تک نو بار اس خانقاہ میں سہ روزہ اور تیس روزہ اعتکاف کا اہتمام ہوا ہے جن سے سالکین فیضیاب ہوئے اور ان موقعوں پر منعقد ہونے والی روحانی محافل میں علمائے تصوف کے نورانی ارشادات سے مستفید ہوئے۔



خانقاہ نور بخشیہ کورو

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ایچ معروفی

صوفیہ نوربخشیہ کے ریسرچ سکالرز کی امریکہ سے پاکستان آمد

سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ یعنی سلسلۃ الذہب کے عظیم بزرگوں کی حیات اور تعلیمات پر تحقیق میں مصروف دو معروف سکالرز گزشتہ دنوں بلتستان کے دورے کی غرض سے امریکہ سے پاکستان آئے۔ان سکالرز کے اسمائے گرامی پروفیسر ڈاکٹر جمال جاوید الیاس اور پروفیسر ڈاکٹر شہزاد بشیر ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ جمال جاوید الیاس صاحب ایمہرسٹ کالج ایمہرسٹ امریکہ کے شعبہ دینیات کے پروفیسر ہیں۔آپ نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت علاؤالدولہ سمنانی کی حیات و تعلیمات کو اپنی تحقیق کا خصوصی موضوع بنایا ہوا ہے۔حضرت علاؤالدولہ سمنانی سلسلہ نوربخشیہ کے عظیم ترین پیران طریقت اور مرشدان حقیقت میں سے تھے اور ایک عہد ساز شخصیت کے مالک تھے۔آپ بہت سی گراں قدر کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ سے خرقۂ تصوف حضرت شیخ محمود مزدقانی کے وسیلے سے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور حضرت شاہ ہمدانؒ سے حضرت خواجہ اسحاق ختلانی کی وساطت سے یہ خرقۂ تصوف غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کو عطا ہوا۔نوربخشی تعلیمات دراصل سمنانی، کبروی، سہروردی اور ہمدانی تعلیمات کا تسلسل ہیں۔ڈاکٹر صاحب اس موضوع پر تفصیلی ریسرچ میں مصروف ہیں۔آپ نے شیخ علاؤالدولہ سمنانی کی حیات و تعلیمات پر اپنی تحقیق کا مجموعہ THE THRONE CARRIER OF GOD کے نام سے شائع کروایا ہے جسے سٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک پریس نے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔اس کے علاوہ آپ نے شیخ علاؤالدولہ سمنانی کے بارے میں بہت سے مقالے بھی لکھے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے شیخ سعدالدین اور صدرالدین حمویہ (جو شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے)، کے بارے میں بھی مقالے تحریر کئے ہیں۔آج کل آپ شیخ مجدالدین بغدادی کی کتاب تحفۃ البررۃ پر کام کر رہے ہیں۔شیخ مجدالدین بھی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں سے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار پر بھی تفصیلی کام کرنے میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر شہزاد بشیر صاحب کالج آف ہولی کراس وار سسٹر امریکہ کے پروفیسر ہیں۔پروفیسر صاحب کا موضوع تحقیق غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ اور ان کے اصحاب کے حالات زندگی اور تعلیمات و افکار ہیں۔آپ نے غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی تعلیمات پر ڈاکٹریٹ کی تعلیم مکمل کی اور اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع THE LIFE AND THOUGHTS OF MUHAMMAD NURBAKHSH تھا۔ڈاکٹر صاحب آج کل بھی اسی موضوع پر مزید تحقیق کرنے میں مصروف ہیں تاکہ سید محمد نوربخش کے بعد کی تاریخ نوربخشیہ کے بارے میں زیادہ معلومات اکٹھی کی جائیں۔خاص طور پر کشمیر اور بلتستان میں نوربخشیہ کی ترویج کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کے سلسلے میں کام میں مصروف ہیں۔

امریکہ سے آئے ہوئے ان سکالرز نے اسلام آباد میں نوائے صوفیہ کے بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم سے ملاقات کی اور ان سے مذکورہ علمی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔بعدازاں وہ بلتستان کے دورے پر روانہ ہوئے جہاں انہوں نے مدیر نوائے صوفیہ اور نامور عالم دین علامہ محمد بشیر صاحب سے ان کے آبائی

گاؤں براہ میں ملاقات کی ۔ پھر وہ خپلو کے دورے پر روانہ ہوئے جہاں انہوں نے معروف محقق جناب غلام حسن نوربخش کی ذاتی لائبریری برات لائبریری کا دورہ کیا اور ان سے علمی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا ۔ انہوں نے انجمن صوفیہ نوربخشیہ پاکستان کے جنرل سکریٹری جناب حاجی ماسٹر محمد حسن اور دیگر علماء اور زعما سے بھی ملاقات کی ۔

اسلام آباد واپسی پر ان سکالرز نے امریکہ روانگی سے قبل ڈاکٹر غازی محمد نعیم سے دوبارہ ملاقات کر کے نوائے صوفیہ کی خدمات کو سراہا ۔ اس موقع پر انہوں نے نوائے صوفیہ کے لئے اپنے تاثرات بھی خصوصی طور پر قلمبند کروائے اور ڈاکٹر غازی صاحب کو اپنی تصنیف کردہ کتاب تحفتاً پیش کی ۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنی تصنیف کردہ کتب اور ماہنامہ نوائے صوفیہ کے شمارے معزز مہمانوں کو پیش کئے ۔ اس موقع پر نوائے صوفیہ کے مینیجر جی ۔ ایچ معروفی صاحب بھی موجود تھے ۔ دونوں اہل علم حضرات نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ نوائے صوفیہ کے لئے قلمی معاونت جاری رکھیں گے اور امریکہ میں صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات کی ترویج واشاعت کے لئے بھرپور کوشش کریں گے ۔ پروفیسر صاحبان کے تاثرات انشاء اللہ نوائے صوفیہ کے آئندہ شمارے میں نذر قارئین کئے جائیں گے اور اسی طرح ان کی قیمتی نگارشات بھی نوائے صوفیہ کے صفحات کی زینت بننے کی امید ہے

(رپورٹر نوائے صوفیہ اسلام آباد)

اسلام آباد میں یوم شاہ سید محمد نوربخشؒ

حسب روایت اس برس بھی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۹۸ء کو غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کا یوم وفات عقیدت واحترام سے منایا گیا ۔ اس موقع پر انجمن محمدیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے زیر اہتمام ایک پروقار تقریب کا اہتمام ہوا جس میں عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی ۔ تقریب کا آغاز اخوند محمد جعفر صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا ۔ نونہال طالبعلموں شفقت علی، شرافت علی اور محمد یوسف نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا ۔ انجمن محمدیہ کے جنرل سکریٹری حاجی فدا محمد امین صاحب نے تقریب کا آغاز کرتے ہوئے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ اسلام آباد میں مقیم نوربخشیوں کو ہر سال غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کے ایام ولادت ووفات منانے کا شرف حاصل ہوتا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ اسلام آباد کے اہل صوفیہ نوربخشیہ میں مکمل یک جہتی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو دوسرے علاقے کے اہل نوربخشیہ کے لئے بھی نمونہ عمل ہے ۔ غلام مہدی تصوفی صاحب نے کہا کہ ربیع الاول کا مہینہ ہمارے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت و وفات اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی وفات ہوئی ۔ انہوں نے کہا کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ اور میر عراقی بت شکن کی مساعی کی بدولت کشمیر، شمالی علاقہ اور لداخ کے علاقوں میں اسلام کا بول بالا ہوا ۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ کے چیف آرگنائزر جی ایچ معروفی نے منتظمین جلسہ کی کوششوں کی تعریف کی انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بعض مذہبی شخصیات غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کے نقوش قدم پر چلنے کی بجائے متصادم

نظریہ ضرورت پر عمل کرنے کی ترغیب دے کر لوگوں میں بدگمانی پیدا کر رہے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ سے محبت کی صحیح نشانی یہ ہے کہ ان کی یاد منا کر ان کی تعلیمات کو آنے والی نسلوں تک پہنچائیں ۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بعض ایسی جگہوں پر جہاں شاہ سید کے ایام ولادت و وفات باقاعدگی سے منائے جاتے تھے کچھ عناصر کی شہ پر یہ تقریبات بند ہونا شروع ہوئی ہیں ۔ انہوں نے یقین محکم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تذبذب کا شکار ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں ۔

اخوند محمد علی صاحب نے اس موقع پر معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس معراج کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانیاں دکھانا تھا ۔ امت محمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ سید الانبیاء کی امت ہیں ۔ انہوں نے غوث المتاخرین سید العارفین

شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت پر زور دیا۔ اخوند عبدالحمید مجلوی نے کہا کہ ایسی تقریبات رسمی نہیں ہوتیں بلکہ ان میں خلوص اور عقیدت کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ آخر میں اخوند محمد حسین صاحب قائم مقام پیش امام مسجد صوفیہ نوربخشیہ نے غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کیا اور اتحاد بین المسلمین کے لئے خصوصی دعاؤں کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔

رپورٹ
جی ایچ معروفی

تعزیتی اجلاس

تنظیم فدائیان رسول صوفیہ نوربخشیہ کے سرگرم رکن محمد نوربخش مختصر علالت کے بعد کراچی میں انتقال کر گئے۔ تنظیم کے زیر اہتمام ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں شرکاء نے اس سانحے پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور مرحوم کی گراں قدر دینی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اجلاس میں مرحوم کی روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔

علی محمد
جنرل سکریٹری

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن کا اجلاس

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیڈریشن کے تنظیمی امور پر غور کرنے کے علاوہ ماضی قریب میں دعوات صوفیہ کے مسائل کے ایک ترمیم شدہ ایڈیشن کی اشاعت پر تشویش کا اظہار کیا گیا جس میں کئی جگہوں پر تحریف موجود ہے۔ شرکائے اجلاس نے اہل صوفیہ نوربخشیہ سے ذمہ دار افراد کا محاسبہ کرنے کی اپیل کی۔

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرمیک

چھوربٹ میں ٹریفک کا المناک حادثہ

گزشتہ دنوں چھوربٹ بلتستان میں ویگن کے حادثے میں دو افراد جاں بحق اور نو افراد زخمی ہوئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں ممتاز عالم دین مفتی محمد عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی اخوند مہدی حسن بھی ہیں۔ اخوند صاحب اپنے آبائی گاؤں چھوربٹ کو اس میں مدرسہ نجم الہدیٰ صوفیہ نوربخشیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ بھی چلا رہے تھے۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ نے مفتی عبداللہ صاحب اور دیگر لواحقین اور پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

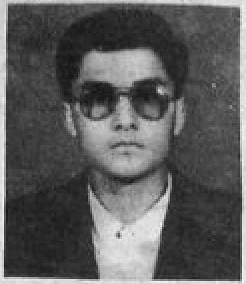
غلام محمد زاہد چھوربٹ

عماد حیدر کا اعزاز



عماد حیدر ولد کرنل غلام حیدر، جماعت ششم کے طالب علم ہیں انہوں نے اول سے لے کر جماعت پنجم تک اپنی جماعت میں ہمیشہ اول پوزیشن حاصل کی۔ تصویر میں وہ اپنے حاصل کردہ کپ اور میڈل کے ساتھ علاقائی ٹوپی پہنے خوش نظر آرہے ہیں۔

ممتاز حسین سینوی کی کامیابی



ممتاز حسین سینوی
جنہوں نے ایگریکلچر کالج راولاکوٹ مظفر آباد سے بی ایس سی فرسٹ پروفیشنل میں فرسٹ ڈویژن حاصل کیا ہے۔

این وائی ایف کی تقریب

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے کھانسر یونٹ کی تشکیل کے موقع پر ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں خطاب کرتے ہوئے فدا حسین شارگو صاحب نے اپنے زرین خیالات کا اظہار کیا اور اتحاد بین المسلمین کی اہمیت پر زور دیا۔ اس تقریب سے غلام عباس کھاروا، اخوند فدا حسین اور بشیر حسین ناصر کے علاوہ این وائی ایف گانچھے کے صدر ریگو غلام مہدی صاحب نے بھی خطاب کیا۔ نیز عہدیداروں کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

اخوند نور علی صاحب۔ شبیر حسین۔ سجاد حسین۔ محمد اقبال۔ محمد حسین۔ غلام نبی۔ محمد اسماعیل صوفی۔ محمد ابراہیم۔ محمد اسماعیل۔ محمد الیاس۔

سجاد حسین صابر جنرل سکریٹری

چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن چھوربٹ یونٹ کا قیام

سی ایس او سکردو کی اجازت سے چھوربٹ میں بھی اس تنظیم کی ایک یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس موقع پر منعقد ہونے والی تقریب کی صدارت عبدالحمید خاور صاحب نے کی۔ عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

بشیر احمد گلزار، محمد علی شان پا، غلام عباس، ذوالفقار علی، محمد یعقوب، محمد اسحاق، محمد اسحاق دوسکور، موسیٰ خان، عبدالقادر، انور علی نوری، مرشد علی، غلام مہدی اور عبدالحمید۔

بشیر احمد گلزار صدر

انجمن فلاح وبہبود سرموں کراچی کا اجلاس

انجمن مذکور کے سالانہ انتخابات کے نتیجے میں درج ذیل عہدیداروں کو منتخب کیا گیا۔

غلام حسین۔ محمد ابراہیم۔ صوفی عبدالرحمن۔ نثار علی۔ محمد ابراہیم۔ غلام محمد

نثار علی حسینی جنرل سکریٹری

تنظیم صوفیہ نوربخشیہ پھڑنگ باماں کے سالانہ انتخابات

تنظیم مذکور کی سالانہ تقریب حلف وفاداری کے موقع پر درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

محمد اسماعیل، غلام حیدر، عبدالرحمن، عبدالمظاہر، حاجی شاہ مراد محمد اسماعیل، علی خان، شیر علی، محمد ابراہیم، محمد یعقوب، عباس ولد محمد، عبدالستار۔

محمد اسماعیل سکریٹری نشرواشاعت

ڈاکٹر جعفر علی کو مبارک باد

سکسہ ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی کے ایک خصوصی اجلاس میں ڈاکٹر جعفر علی صاحب کو پبلک سروس کمیشن کی طرف سے اعلیٰ عہدے پر فائز کئے جانے پر انہیں مبارک باد دی گئی اور امید ظاہر کی گئی کہ ان کی اعلیٰ خدمات علاقہ کے عوام کے لئے موجب راحت وتسکین ہوں گی۔

سکسہ ویلفیئر ایسوسی ایشن کراچی

تنظیم صوفیہ نوربخشیہ کا اجلاس

تنظیم صوفیہ نوربخشیہ پھرنگ باماں شگر کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا کہ بعض شرپسند عناصر ملت صوفیہ نوربخشیہ میں غلط فہمیاں پیدا کر کے ملی اتحاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

غلام حیدر، جنرل سکریٹری

اظہار تعزیت

کراچی میں تنظیم ریاض الاولیاء کورو کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں انجمن اسلامیہ نوربخشیہ کورو کے مخلص کارکن جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب کے نوجوان بیٹے امیر علی کی ناگہانی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور مرحوم کے لئے دعائے خیر کی گئی۔

ایک تہنیتی اجلاس میں اراکین انجمن نے جناب وزیر علی صاحب کو فریضہ حج کی ادائیگی پر مبارک باد دی ہے۔

محمد علی روزی جنرل سکریٹری

تنظیم اتحاد بلتستان کویت کی وضاحت

اتحاد بلتستان کویت کے پریس سکریٹری جناب محمد جابر براہوی صاحب کا ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس میں جناب جابر صاحب نے ماہنامہ نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۳۱ جولائی ۱۹۹۷ میں "تنظیم اتحاد بلتستان کویت پر ایک نظر" کے عنوان سے چھپنے والے تبصرے میں ایک غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ وہ تنظیم کے صدر نہیں بلکہ پریس سکریٹری ہیں جبکہ مذکورہ تبصرے میں ان کے نام کے ساتھ صدر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تنظیم کے صدر جناب اخوند مشتاق حسین صاحب ہیں۔ نوائے صوفیہ اس لغزش پر معذرت کا اظہار کرتا ہے۔

ادارہ

بقیہ - روح اور روحانیت

مدبر اعظم خالق کائنات نے جملہ اشیاء کو پیدا فرمایا ہے اور وہ حی وقیوم ذات جملہ ذی روح مخلوقات کی ارواح کبھی قبض بھی فرماتا ہے۔ جیسا کہ کلام خداوندی میں ارشاد ہوا ہے۔

خدا نفسوں کو قبض کرتا ہے ان کے مرتے وقت اور جو نہیں مرتے ان کو سوتے وقت پس جس پر سوتے میں موت کی قضا جاری ہو جاتی ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی کو اجل معین کے لئے پھر چھوڑ دیتا ہے۔ (سورۃ زمر آیت ۴۲)

قبض روح کا یہ فریضہ خالق حقیقی کے حکم سے ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام قضا جاری کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (سجدہ آیت ۱۱)

فرما دیجئے کہ موت کا فرشتہ تمہیں موت دیتا ہے جو تم پر مؤکل ہے اور تم اپنے رب کی طرف واپس جاؤگے۔

ملک الموت کے ماتحت بھی بہت سے فرشتے اعوان و انصار مقرر ہیں۔ وہ ان کو حکم دیتا ہے اور وہ اس حکم کے مطابق روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ ملک الموت کسی خاص روح کے استقبال کے لئے خود بھی جا سکتا ہے جیسے روح اعظم و اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ملائک مقرب کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں یوں وارد ہوا ہے۔

اہل سماء میں سے جس نے سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا بھائی بنایا وہ اسرافیل تھے پھر میکائیل پھر جبرائیل۔ جس نے سب سے پہلے علی علیہ السلام سے محبت کی وہ حاملان عرش تھے۔ پھر رضوان خازن جنت پھر ملک الموت اور ملک الموت علی ابن ابی طالب کے محب پر اس طرح رحم کرتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام پر۔

(زبدۃ المناقب ترجمہ خلاصۃ المناقب ص ۲۸)

(جاری ہے)

قارئین کے خطوط

ارسال کردہ نوائے صوفیہ شمارہ مارچ ۹۸ ، ملا تو اتنی خوشی ہوئی کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے قیمت ارسال نہ کرنے کے باوجود رسالہ بھیجنے پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں ۔ مارچ کے شمارے میں محمد فقیر ولد عبدالرحیم صاحب چوکیال کرگل نے بقدانگ میں نوربخشی آبادی ۴۸ فیصد لکھی تھی جبکہ بقدانگ میں سو فیصد نوربخشی آبادی ہے ۔ تاہم طورتک میں ۴۸ فیصد ، تیاقشی میں ۴۸ فیصد ، اور ڈسکٹ میں ۸ فیصد نوربخشی رہتے ہیں جبکہ بچاتھنگ میں سو فیصد اور پرتاپور میں ۹۹ فیصد نوربخشی آبادی ہے ۔ مارچ کے شمارے میں حاجی محمد علی عبدوپا سکریٹری انجمن صوفیہ نوربخشیہ بقدانگ نے جو استدعا کی تھی اس کا جواب شائع نہ ہونے پر تشویش ہوئی ۔

ابراہیم علی شاہی بقدانگ نوبراہ

جواب ۔ جناب شاہی صاحب ۔ حاجی محمد علی صاحب کو تفصیلی خط اور لائبریری کے لئے کتابیں ارسال کر دی ہیں امید ہے مل گئی ہوں گی ۔

(ادارہ)

مکتبہ زبیر الاسلامیہ باقر آباد شگر کی لائبریری سے طلبہ ، اساتذہ اور تعلیم یافتہ حضرات مستفید ہو رہے ہیں ۔ اس میں مختلف مکاتب فکر کے رسائل آتے ہیں لیکن ایک نوائے صوفیہ کی کمی ہے جس نے الحمد للہ ایک مختصر عرصے میں بین الاقوامی شہرت حاصل کی ہے اور ممالک اسلامیہ میں اس کے قارئین کی کثیر تعداد موجود ہے ۔ یہ بات جناب علامہ محمد بشیر صاحب اور ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی اخلاص پر مبنی کوشش کا نتیجہ ہے ۔ عرض ہے کہ ایک کاپی اعزازی طور پر مکتبہ زبیر الاسلامیہ کے لئے جاری فرمائیں ۔

عبدالصمد کلیم نائب ناظم اعلیٰ
جامعہ الاسلامیہ بلتستان

مسز معروفی

نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۴۸ ملا ۔ بے حد خوشی ہوئی آئندہ بھی رسالے کی ترسیل جاری رکھیں ۔ علامہ صاحب کے چند آڈیو کیسٹس بھیج دیں ۔ چند سوالوں کے جواب بھی مطلوب ہیں ۔



محمد علی عشورپا طورتک

جواب ۔ ارسال کردہ رقم موصول ہوئی ۔ آپ کے لئے اور غلام محمد صوفی صاحب کے لئے چند دستیاب کتابیں ارسال کر دی ہیں ملنے کی اطلاع دیجئے ۔

(ادارہ)

اپنے علاقے سے دور نوائے صوفیہ دینی معلومات کا واحد ذریعہ ہے جسے ہر مسلک کے فوجی جوان شوق سے پڑھتے ہیں لیکن نوائے صوفیہ کا چندہ ارسال کرنے کے باوجود مجھے نوائے صوفیہ کی ترسیل نہیں ہو رہی ۔ مہربانی اس طرف توجہ دیں ۔

سپاہی محمد ابراہیم
۶ ۔ این ایل آئی

جواب ۔ آپ کی شکایت شعبہ ترسیل تک پہنچا دی گئی ہے ۔

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں ۔ اس رسالے میں علامہ بشیر صاحب اور ذاکر حسین ذاکر صاحب کے مضامین انتہائی معیاری ہیں ۔ ادارے کے کارکنوں کی انتھک محنت نے اسے بین الاقوامی شہرت کا حامل بنا دیا ہے ۔

محمد اقبال سرسکی
این وائی ایف مظفر آباد

ماہ فروری اور مارچ کے شمارے موصول ہوئے تو تمام نوربخشی بھائیوں نے مجھے مبارک باد پیش کی۔ کاش آج سے بیس برس قبل یہ رسالہ ہم تک پہنچتا تو ہمارے بھائی اور رشتہ دار صوفیہ نوربخشیہ کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر نہ چل پڑتے۔ اب اس رسالے کی بدولت یہاں کے اہل نوربخشیہ کو اس پاک مسلک سے وابستہ رہنے کا جذبہ ایمانی عطا ہوا ہے۔ آپ ہمیں نوربخشی تفسیر قرآن ضرور ارسال کریں۔



محمد فقیر نو کو دراس کرگل

جواب۔ جناب محمد فقیر صاحب ہم آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ سلسلہ پاک صوفیہ نوربخشیہ کے عظیم صوفیائے کرام کی تفاسیر قرآن حقائق و معارف کے بیان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ خاص کر حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی تفاسیر اپنی مثال آپ ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ سری نگر یونیورسٹی کی لائبریری میں قرآن پاک کی ایک نہایت گراں قدر نوربخشی تفسیر موجود ہے۔ یہ اطلاع ایک صاحب علم پروفیسر صاحب نے دی ہے جو تقسیم ہندوستان سے قبل اس لائبریری میں بطور لائبریرین کام کرتے تھے۔ عرض ہے کہ آپ لوگ اس بارے میں ضروری تحقیق کر کے اپنی پیش رفت سے ہمیں بھی آگاہ کریں۔ انشاء اللہ آپ کی فرمائش پوری کر دی جائے گی۔

(ادارہ)

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی عظیم تحریک کا مقصد امت مسلمہ کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو جڑ سے اکھاڑ کر اتحاد بین المسلمین کے خواب کو شرمندہ تعبیر بنانا تھا۔ یہ بات میں آپ کے رسالے کے توسط سے تمام اہل اسلام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

ذاکر حسین سرمیکی
جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج کراچی

نوائے صوفیہ کسی مکتب فکر کے خلاف کچھ نہیں اچھالتا لیکن کراچی سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ میں من گھڑت باتیں درج ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ تقلید حق کی طرف لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش لگتی ہے۔

اخوند غلام حسین مور غونو خپلو

ماہ جنوری سے مئی ۹۸ تک رسالہ نوائے صوفیہ نہیں ملا ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی ہیں۔ میرا پسندیدہ رسالہ ملت نوربخشیہ کے ایوان عظیم کا مرکزی ستون ہے۔

سپاہی حامد علی حلیم چوکی

رسالے میں انڈیا میں موجود نوربخشیوں کے خطوط اور دینی ہمدردی دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی۔ یہ رسالہ دور دراز علاقوں میں بھی اتحاد اسلامی کا پیغام پہنچاتا ہے۔

محمد اسماعیل خپلوی
۴۔ این ایل آئی بٹالین

اہل لداخ کے خطوط دیکھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

مظاہر علی دلشاد کراچی

نوائے صوفیہ کا نیا قاری ہوں اور اس بزم میں پہلی بار شرکت کر رہا ہوں۔ اس رسالے نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس سے نوربخشیوں کے دلوں میں ایمان کی کونپلیں کھلنے لگی ہیں۔ ملت نوربخشیہ کا یہ واحد انٹرنیشنل رسالہ ہے۔

محمد حسین کونیس
منگھوپیر کراچی

نوائے صوفیہ میں فقہی مسائل اور تصوف کے موضوع پر چھپنے والے مضامین دلچسپ اور انمول ہیں۔ یہ رسالہ نوربخشیوں کا واحد سہارا ہے جس نے اہل نوربخشیہ کو بین الاقوامی طور پر متحد کیا ہے۔

عرفان علی ڈگری کالج مظفرآباد

علمائے اسلام سے دردمندانہ اپیل

قابلِ صد احترام علمائے اسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ آپ سب خاتم الانبیاء حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی **العلماء ورثۃ الانبیاء** کے مطابق انبیاء سلف علیہم السلام کے عظیم دینی وروحانی ورثے کو سنبھالنے اور دورِ جدید کے متشکک اور مضطرب انسانوں کے اذہان وقلوب کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب دین یعنی دینِ اسلام کی ابدی سچائیوں سے روشناس کرانے میں دل وجان سے مصروف ہوں گے۔

ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ بیسویں صدی نے دنیائے انسانیت کو جو مثبت اقدار عطا کی ہیں ان میں عالمگیر سطح پر جمہوری روایات کا فروغ سرفہرست ہے۔ جس کی بدولت دنیا کے اکثر ممالک میں آمریت، فسطائیت اور جبر واستبداد کی ان جیسی متعدد روایات کا خاتمہ ہوا۔ آج اہل عالم کی اکثریت مختلف عقائد اور نظریات سے وابستہ ہونے کے باوجود جمہوری طرزِ فکر کی یکساں حمایت کرتی ہے۔ جمہوریت اور رواداری لازم وملزوم امور ہیں اور رواداری برداشت کا دوسرا نام ہے۔ ہم آپ اکیسویں صدی کی دہلیز پر ارتقاء یافتہ اور تہذیب یافتہ انسانوں کی حیثیت سے کھڑے ہیں جو فکری بلوغت کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انسانوں کے عالمگیر مسائل یعنی بھوک، بیماری، جہالت اور جنگ وغیرہ کے خاتمے اور امن، بھائی چارے اور رواداری کی بنیاد پر قائم ہونے والے ایک ایسے عالمی معاشرے کے قیام کے لئے کوشاں ہیں جہاں انسانوں کے صدیوں پرانے دکھوں اور مصائب کا ازالہ ممکن ہو۔

جیسا کہ آپ حضرات کو بخوبی علم ہے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم کی تعریف **المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ** مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے آزار سے) دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، فرمائی ہے۔ اس طرح اہل اسلام جدید ترین جمہوری سوچوں کے اولین علمبردار ہونے کی ممتاز حیثیت پر بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ آج اہل اسلام کے مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان برداشت اور رواداری کا عنصر بالکل عنقا ہو چکا ہے۔ مسجدیں اور مدرسے جنون آزار فتویٰ سازی کی فیکٹریوں کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ مخالف عقائد رکھنے والے کلمہ گو کا خون ثواب سمجھ کر بے دریغ بہایا جا رہا ہے جبکہ دینِ اسلام اس امر کا بانگ دہل اعلان کر چکا ہے کہ جس کسی نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے جملہ نوعِ انسانی کا خون اپنی گردن پر لے لیا۔

معزز علمائے اسلام۔ دین کی جزوئیات اور فروعات میں معمولی اختلاف کے باوجود یہ بات سب پر عیاں ہے کہ اسلام کے جملہ مکاتبِ فکر کے درمیان بنیادی عقائد اور ارکانِ دین کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کو، اس کے نبیوں کو، اس کی کتابوں اور فرشتوں کو اور روزِ جزا کو یکساں طور پر مانتے ہیں اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد جیسے بنیادی ارکان کی اہمیت اور فرضیت کے بھی یکساں طور پر قائل ہیں تو پھر ان فقہی موشگافیوں میں اختلاف کے ذریعے آپس میں کشت وخون کا بازار گرم کرنا کیا معنی رکھتا ہے، جن کے بارے میں گزشتہ چودہ سو سالوں کی کوشش اور بحث ومباحثے کے باوجود علمائے سلف کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بہتری کی صورت پیدا ہونا تو درکنار بلکہ بات قلم اور زبان سے گزر کر گالی اور گولی تک آپہنچی ہے۔ جو دینِ اسلام کی روح کے سراسر منافی ہے اور جمہوری طرزِ فکر رکھنے والے جدید انسانوں کے قطعاً شایانِ شان نہیں۔

لگتا یوں ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اہل اسلام کے بیچ افتراق وانتشار کو ہوا دے کر دینِ اسلام کی عظمت کو داغدار بنانے اور مملکت خداداد پاکستان کے وجود کو خطرے میں ڈالنے کی درپے ہیں۔

ہم اراکین ادارہ نوائے صوفیہ جو اتحاد بین المسلمین کا علمبردار ادارہ ہے۔ جملہ اہل اسلام سے بالعموم اور علمائے اسلام سے بالخصوص دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ایسی باتوں کے اظہار سے اجتناب کریں جن سے کسی بھی کلمہ گو کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔ عام مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے علمائے دین کا مواخذہ کریں جو صفحہ قرطاس یا منبر ومحراب پر جلوہ افروز ہو کر اتحاد واتفاق کی بجائے افتراق وانتشار کی بات کر کے دینِ اسلام اور مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اساس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہوں۔ ساتھ ہی ہم اپنے اس موقف کا بھی اعادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بھی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنانے والے اور فی سبیل اللہ فساد پھیلانے والے عالم کے حامی نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث بننے کے اہل صرف وہی علمائے دین ہیں جو اتحاد واتفاق اور محبت واخوت کا پرچار کریں اور جن کا مطمع نظر دینِ اسلام کی سربلندی، امت مسلمہ ہمہ گیر مفاد اور مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہو۔ امید ہے کہ آپ سب ہماری اس دردمندانہ اپیل کو مسترد نہیں فرمائیں گے۔